

متفرقاتِ غالب

از

پرتور و ہیلہ

ادارۂ یادگارِ غالب ○ کراچی

متفرقاتِ غالب

مرتبہ مسعود حسن رضوی ادیب

کے فارسی خطوط کا اردو ترجمہ

مع فارسی متن، سوانح مکتوب الیہم و فرہنگ

از

پرتو روہیلہ

ادارۂ یادگار غالب، کراچی

سلسلہ مطبوعات ادارہ یادگار غالب

شمارہ: ۵۷

طبعیت اول:	۲۰۰۵ء
طالع:	احمد برادرزہ
تعداد:	ناظم آباد، کراچی
قیمت:	پانچ سو
	ایک سو بیس روپے

ادارہ یادگار غالب

غالب لائبریری

پوسٹ بکس نمبر: ۳۲۶۸

دوسری چورنگی، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

مطالعات غالب اور ان کا فروغ اور ان کی اشاعت ادارہ یادگار غالب کی ترجیحات میں شامل ہے۔ اس ضمن میں متعدد اہم تصانیف و تالیفات ادارے نے اہل علم اور شائقین غالب کی خدمت میں پیش کی ہیں، اور ادارہ اپنے وسائل کی حد تک — یا ممکنہ ذرائع سے استفادہ کرتے ہوئے — اس سلسلے کو مزید فروغ دینے کے لیے کوشاں ہے۔

زیر نظر تعریف — اس ذیل میں، ادارے کی ایک ایسی ہی پیشکش ہے، جو اپنے موضوع اور اپنے مباحث و مطالعات پر اس کے فاضل مؤلف جناب پرتو روہیلہ کی محنت و جستجو کا ایک نتیجہ ہے۔

غالب — جناب روہیلہ صاحب کی دل چسپی اور توجہ کا ایک محبوب اور مستقل موضوع ہے۔ ادارے نے قبل ازیں ان کی دو کامل قدر کاوشیں ”آہنگِ بزم“، ”بیچ آہنگ“ کے اردو ترجمے میں شامل غالب کے فارسی خطوط اور ”نامہ ہائے فارسی غالب“ کا اردو ترجمہ شائقین غالب کی خدمت میں پیش کرنے کا اعزاز حاصل کیا ہے، جسے بے حد پسند کیا گیا اور غالبیات میں ایک مفید اضافے سے تعبیر کیا گیا۔ ادارے کو یقین ہے کہ زیر نظر تعریف بھی غالبیات میں فاضل مؤلف کی ایک لائق تحسین کاوش کے طور پر شمار ہوگی اور غالبیات کا مطالعہ کرنے والوں اور محققین کے لیے ایک بے حد مفید و معاون آخذ کی حیثیت اختیار کر لے گی۔

معین الدین عقیل

فہرست

۵	پیش گفتار
۹	(فارسی مکتوبات کا اردو ترجمہ)
۱۱	مکتوبات، بنام مولوی سراج الدین احمد
۵۱	مکتوبات، بنام مرزا احمد بیگ خان
۶۱	مکتوبات، بنام مرزا ابوالقاسم خان
۸۱	مکتوب، بنام ادارۂ جام جہاں نما
۸۲	مکتوب، بنام شیخ نازخ
۸۵	(مکتوبات کا فارسی متن)
۸۷	مکتوبات، بنام مولوی سراج الدین احمد
۱۳۶	مکتوبات، بنام مرزا احمد بیگ خان
۱۳۸	مکتوبات، بنام مرزا ابوالقاسم خان
۱۷۰	مکتوب، بنام ادارۂ جام جہاں نما
۱۷۲	مکتوب، بنام شیخ نازخ
۱۷۵	مکتوب الہیم کے سوانحی احوال و کوائف
۱۷۷	مولوی سراج الدین احمد
۱۷۸	مرزا احمد بیگ تپاں
۱۸۱	مرزا ابوالقاسم خان
۱۸۵	شیخ نازخ
۱۸۷	فرہنگ

پیش گفتار

”نامہ ہائے فارسی غالب“ کے فوراً بعد ”مترقات غالب“ کا ترجمہ ہوا۔ چنانچہ ۱۹۹۸ کے اوائل میں یہ ترجمہ طباعت کے لیے ہر طرح تیار تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے انسانوں کی طرح کتابوں کی بھی اپنی قسمت ہوتی ہے، کچھ پتہ نہیں ہوتا کب کھلے۔ سو مترقات کے ترجمے کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ میں کاموں میں ایسا الجھا رہا کہ اس کا خیال ہی نہ آیا اور یکدم نومبر ۲۰۰۳ آ رہا تو ایک دن ”مترقات غالب“ ذہن پر کوندا۔ اسوقت احساس ہوا کہ چھ سال بیت چکے ہیں۔ لیکن دیر آید درست آید کے مصداق یہ تاخیر ”مترقات“ کے ضمن میں باعثِ خیر ہوئی اور وہ اس طرح کہ اب اردو ترجمے کے ساتھ فارسی متن بھی کتاب میں شامل ہے اور اس طرح کتاب بالترتیب اردو ترجمہ، فارسی متن، مکتوب النہم کے سوانحی احوال اور فرہنگ کے چار حصوں پر مشتمل ہے۔ گویا ”مترقات غالب“ اب ایک مکمل اور زیادہ قیمتی کتاب کی حیثیت سے آپ کے ہاتھ میں ہے۔ دوسرے یہ کہ ”نامہ ہائے فارسی غالب“ کے بارے میں کچھ لوگوں کی رائے تھی کہ اس کا خط بہت باریک ہے۔ چنانچہ ”مترقات“ کی تحریر سے اس نقص کو بھی دور کر دیا گیا ہے۔ اب خط قدرے موٹا اور نیچے تحریر زیادہ واضح اور روشن ہے۔

ترجمے کے لیے میرے پاس کتاب گزشتہ دین دیال روڈ، لکھنؤ کا ۱۹۶۹ والا دوسرا ایڈیشن تھا جس کی طباعت نگاہی پر لیں میں ہوئی ہے اور جس میں فاضل مولف سید مسعود حسن رضوی ادیب کا ایک طویل اور مبسوط مقدمہ بھی شامل ہے۔ اس مقدمے کے ذریعے انہوں نے

اس تالیف کے محتویات کا تعارف کرایا ہے۔ اس لیے میں زیرِ نظر خطوط کے تعارف کے لیے ان ہی کے الفاظ تحریر کرتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں۔

”میرے کتب خانے میں ایک بیاض ہے جس میں مرزا غالب کے ازحتالیس (۲۸) قاری خط دو فارسی قلعے ایک قاری مشغی اور ایک اردو غزل بھی شامل ہے۔ یہ کل خط ایسے لوگوں کے نام ہیں جو نکلنے میں مقیم تھے..... اس بیاض میں جو خط شامل ہیں وہ ایک کے سوا سب قاری میں ہیں۔ ان میں آخر کے ہیں (۲۰) خط مرزا ابوالقاسم خان قاسم کے نام ہیں..... بقیہ خطوں کے مضمون سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے ایکس (۲۱) خط مولوی سراج الدین احمد کے نام چھ (۶) خط مرزا احمد بیگ خان کے نام اور ایک (۱) خط ادارہ جام جہاں کے نام ہے۔ مولوی سراج الدین احمد کے نام جو خط ہیں ان میں گیارہ ایسے ہیں جو غالب کی کتاب بیچ آہنگ میں شامل ہیں۔ مگر وہاں ان میں سے بہت بہت سی عبارت حذف کر دی گئی ہے اور جگہ جگہ لفظ اور فقرے بدل دیے گئے ہیں۔ اس لیے یہ خط اپنی اصل صورت میں شائع کیے جا رہے ہیں۔ ایسے ہر خط کے آخر میں بیچ آہنگ مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ سنہ ۱۲۸ھ کے اس صفحہ یا سطحوں کا حوالہ دے دیا گیا ہے جن میں وہ خط درج ہے۔ اس طرح ان خطوں کا مقابلہ کرنے میں آسانی ہوگی۔“

”میرے کتب خانے میں انشائے طاہر وحید کا ایک پرانا قلمی نسخہ ہے۔ اس کے شروع میں دو سادے ورق تھے جن میں غالب کا ایک طو لانی خط ناسخ کے نام کسی نے نقل کر لیا تھا اور اس پر یہ عبارت لکھ دی تھی ”نقل خط مرزا اسد اللہ خان غالب کہ پرستہ بودند“۔ اس خط کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب کی مالی پریشانیوں کا حال سن کر شیخ ناسخ نے انہیں مشورہ دیا تھا کہ کن چلے جائیں جہاں مہاراجہ چند لال کی فیاضیاں ان کو آسودہ بنا سکتی تھیں۔“۔ فاضل موافق سے اس خط کے متعلق یہ بتانا کہ یہ بھی بیچ آہنگ میں شامل ہے اور ہو بہو اسی شکل میں صرف نظر ہو گیا ہے۔

اب فاضل مولف کے بیان کی وضاحت اس طرح ہوگی کہ اس تالیف میں کل پچاس خطوط ہیں۔ آخری یعنی پچاسواں خط جو عشی ولایت علی صفی پوری کے نام ہے اردو میں ہونے کے سبب ہمارے دائرۂ کار سے خارج ہے اور اس طرح اس ترجمے میں با تفصیل ذیل انپاس (۴۹) فارسی کے خطوط ہیں۔

- ۱- خطوط بنام مولوی سراج الدین احمد ۲۱
- ۲- " " مرزا احمد بیگ خان ۶
- ۳- " " مرزا ابوالقاسم خان ۲۰
- ۴- خط بنام جام جہاں نما ۱
- ۵- خط بنام شیخ ناسخ ۱

۴۹

اب کچھ ترجمے کی بابت۔ حسب سابق ترجمہ کرتے ہوئے یہ مقصد پیش نظر رہا ہے کہ وہ متن کے عین مطابق ہو۔ اگر ایسا ہو جو ممکن نہ ہو سکے تو متن سے قریب ترین ضروری ہو کہ قاری خطوط نگار کی لطافت خیال ہی سے نہیں اس کی اسلوب نگارش سے بھی آشنا ہو سکے۔ چنانچہ اکثر و بیشتر اظہار و بیان کا وہ پیچیدہ اور بے تکلف طریقہ جو اس زمانے میں رائج تھا ترجمے میں بھی برقرار رکھا گیا ہے۔ مزید یہ کہ گفتگو کی روانی برقرار رکھنے اور عبارت کی بے ربطی دور کرنے کے لیے جگہ جگہ جملوں کے درمیان قوسین میں ایسے الفاظ کا اضافہ کر دیا گیا ہے جو اصل متن میں مفقود رہے لیکن ترجمے میں ان کا اظہار بھی اردو اسلوب بیان کے لیے ضروری ہے۔ شیخ ناسخ اور جام جہاں نما کے علاوہ باقی دوسرے مکتوب الہیم کے کوائف و سوانحی احوال عبدالرؤف عروج کی ”بزم غالب“ سے لیے گئے ہیں۔ جبکہ جام جہاں نما کے کوائف حاصل کرنے کے لیے ڈاکٹر طاہر مسعود کی مشہور تصنیف ”اردو صحافت انیسویں صدی میں“ سے

ہدی گئی ہے۔ شیخ ناتج کے سوانحی احوال کے حصول میں ہماری و معظمی جمیل چاہی کا تعاون شامل حال تھا۔ میرے مشفق و محسن ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی نے ایک بار پھر انتہائی مصروفیت کے باوجود وقت نکال کر مسودہ پر نظر ثانی کی ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ ترجمہ بھی آپ کے ذوق کے مطابق ہوگا۔

آپ سے رخصت ہونے سے خوشتر ایک بات اور بھی کہنا چلوں۔ اب کہ غالب کے فارسی خطوط کی کتب میں یہ آخری کتاب ہے جو طباعت کے لیے جاری ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ غالب کے فارسی خطوط کی ساری کتابوں کے تراجم کی طباعت اور خطوط کی تعداد کا خاکہ بھی پیش کر دیا جائے تاکہ ادب کے ہر طالب علم کے کام آئے۔

نام کتاب	ترجمہ و تدوین	مترجم	طابع	سال طباعت	تعداد خطوط
۱۔ نامہ ہائی فارسی غالب	سید علی اکبر ترمذی	پرتو روہیلہ	ادارہ یادگار غالب۔ کراچی	۱۹۹۹	۳۱
۲۔ سہاثر غالب	قاضی عبدالودود	"	" " " " " "	۲۰۰۰	۳۳
۳۔ بارگ وود	وزیر الحسن مایدی	"	بزم علم دفن (اعتراف)		
			اسلام آباد	۲۰۰۰	۶۰
۴۔ آجک وچم	مجلس یادگار غالب و پنجاب	"	ادارہ یادگار غالب کراچی	۲۰۰۳	۱۶۹
۵۔ محقرات غالب	مسعود حسن رضوی ادیب	"	" " " " " "	درہ نظر	۳۹

۳۴۱

اس طرح ان خطوط کی کل تعداد تین سو اسی (۳۴۱) بنتی ہے۔ واضح ہو کہ غالب کے پرانہ خطوط بھی جن کی کل تعداد چھتیس (۳۶) ہے اور جو حیرہ (۱۳) مختلف مکتوب الہم کے نام ہیں ۲۰۰۱ میں ترجمہ کئے جا چکے ہیں۔ خدا کرے ان کی طباعت بھی جلد ہی پایہ تکمیل کو پہنچے۔

پرتو روہیلہ

محقرات غالب کے فارسی خطوط کا اردو ترجمہ ۸

حصّہ اوّل

فارسی مکتوبات کا اردو ترجمہ

میرے مالک میرے خداوند

آج جمادی الثانی کی پہلی تاریخ اتوار کے روز سہی آوارگی کے اونٹ نے دہلی کے مسافر خانے میں پڑاؤ ڈال دیا۔ مجھے اُن نیکو کاروں کی ہمدردی اور غربا پروری پر فخر ہے کہ جن کے تلوں سے میری آنکھیں (ایسی) آشنا ہوئیں کہ مجھ جیسے دیوانہ حال کے لیے وطن کو غربت سے زیادہ تلخ بنا دیا۔ (خدا کی قسم خدا کی قسم اور ایک بار پھر خدا کی قسم) کہ رو دو دہلی سے کلکتہ چھوٹنے کا غم (ہی) زائل نہیں ہوا تو بھلا مسرت کا کیا مقام ہے۔ ایک ایسی پریشان حالی میں مبتلا ہوں کہ صاحب نظر لوگوں میں سے کوئی بھی مجھے دیکھے تو یہ نہیں سمجھے گا کہ مسافر اپنی منزل پر پہنچ چکا ہے بلکہ خیال کرے گا کہ کوئی مصیبت زدہ ہے کہ وطن سے تازہ تازہ گرفتار غربت ہوا ہے۔ ہاں ہاں میرا حال ایسا ہی ہے اور ایسا کیوں نہ ہوگا کہ مولوی سراج الدین احمد مرزا احمد بیگ خان اور ابوالقاسم خان سے جدا ہو گیا ہوں۔ افسوس اپنے آپ پر اور اپنی اوقات پر۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس تین سال کے عرصے میں دلی کے اشراف کے طور طریقے بدل گئے اور دوستوں کی فطرت سے محبت و مروت کا نام مٹ گیا۔ ہم مزاج دوستوں میں ایک ٹولی مسافر عدم ہونگی اور بزم محبت کے بد مستوں نے جام فنا پی لیا۔ مقتدر و اہل

بصیرت گمنامی کی خانقاہوں میں جا چھپے اور کہنے اور فرومایہ (اس) میدانِ قیامت کی رونقِ بن گئے۔ عدالت کی حالت طالبانِ عدل سے بدتر اور عوام کا دن بے وفاؤں کی آنکھ سے زیادہ سیاہ ہے۔ اس (ہی) جماعت میں سے ایک میں بھی ہوں کہ جب سے (دلی) پہنچا ہوں ہر سمت بھاگ رہا ہوں لیکن کسی کی طبیعت میں خجالت کے آثار نہیں دیکھے۔ جو معزول ہے وہ اپنی فکر میں سرگرداں ہے اور جو تعینات ہے وہ آشفیہ شہر ہے۔ حیرت اس امر پر ہے کہ وہ (یعنی معزول) زائل شدہ ٹھانڈھ ہانڈھ کی واپسی کا امیدوار ہے اور یہ (یعنی منصوب) حاصل شدہ شان و شوکت کے ہاتھ سے نکل جانے سے خوف زدہ ہے۔ اس گرامی نامہ میں کہ مجھے باندے میں ملا تھا صاحبانِ خسرو نشان کے دنیا کو فتح کر دینا اے علموں کے کوچ کی خبر تھی جو تاحال وقوع پذیر نہیں ہوا۔ شاید اس حکم کا نفاذ ہی نہ ہوا ہو۔ چاہتا تھا کہ منصفِ مظلوم پرور کو ایک درخواست لکھوں اور آپ کو بھیج دوں۔ لیکن چونکہ یہ معلوم نہیں تھا کہ آج کل ان کا دربار کس علاقے میں لگ رہا ہے اس لیے آرنڈ کا یہ نقش دل ہی میں محو ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی درخواست کا احوال بھی کہ جو باندے سے بھیجا تھا۔ نہ معلوم اس پر کیا گزری اور منصف کے دل میں میرا کیا مقام ہے۔ مجبوراً آپ کو زحمت دے رہا ہوں کہ خدا کے واسطے میری بے کسی کو نظر میں رکھ کر میری باندے سے ارسال کردہ درخواست پر منصف کی کاروائی اور اس ذیل میں میری طرف ان کی حدِ توجہ اور اس کے طور طریق غرضیکہ جو کچھ بھی پیش آیا ہو تحریر فرمائیں۔ اگر یہ خط مرزا صاحب کے خط میں رکھ کر بھیج دیں تو سہولت ہوگی۔ اور اگر علیحدہ ارسال کرنا چاہیں تو یہ پتہ لکھیں ”یہ خط دہلی میں حویلی نواب عبدالرحمن خان میں پہنچ کر اسد کو ملے۔“ خداوندِ اچانک میرا یہ نامہ پریشان

آثار شوق سے عاری ہے (اس لیے) یہ نہ سمجھیں کہ میں دلگیر ہوں بلکہ یہ ایسا خط ہے کہ میں نے انتہائے آشفتنگی و پریشان حالی میں لکھا ہے۔ صرف اس لیے کہ آپ کو اپنے احوال سے باخبر کروں۔ اس کے بعد کہ خاطر جمع اور سانس درست ہو جائے گی (پھر دیکھئے گا) میرے عاشقانہ عبودیت نامے اس حد تک پہنچا کریں گے کہ (ان کے لیے) کاغذ کے دستوں کے دستے چاہیے ہوں گے۔ والسلام۔ خاتمہ بالخیر۔

خط (۲)

میرے مالک میرے خداوند

آج کہ شوال کی آٹھویں اور جمعہ کا دن ہے، دن چڑھے جناب کا گرامی نامہ پہنچا۔ مسرت کی خوش خبری دی اور دل کو غم سے نجات۔ لفافہ کھولا تو وہی نظر آیا جو (ہمیشہ) چشم تصور سے دیکھتا تھا۔ میرا خدا میرے ساتھ ہے دیکھتا ہوں کہ کامرانی کس کو نصیب ہوتی ہے۔ آپ کے گرامی نامے کے جواب کو حقیقت کے معلوم ہونے اور مرزا غلام عباس خان کی طلبی پر موقوف کر رکھا ہے۔ (چنانچہ) جو کچھ لکھتا ہے ایک ہفتے بعد لکھوں گا۔ آپ خاطر جمع رکھیے اور مجھے اپنا بندہ سمجھئے۔ یہ چند سطریں جو لکھ رہا ہوں خاص طور پر آپ کے ملاحظے کے لیے ہیں۔ یہ کسی اور کو نہ دکھائیے۔ خود ملاحظہ کیجئے اور میرے دکھ کو سمجھئے۔ اولاً اپنی انصاف طلبی کی بابت آپ کو بتاؤں کہ اندر کا حال آپ کو معلوم ہو۔ سبحان اللہ میری نوک قلم سے کس روانی سے یہ بات نکلی۔ اپنی انصاف طلبی کا احوال سناتا ہوں۔ حیران ہوں کہ اس احوال کی بابت کیا کہوں کہ جو میں خود نہیں جانتا۔ مختصراً مطلب یہ کہ دہلی پہنچا اور حکام سے مرکزی دفتر کے حکم کے اجرا کی

ورخواست کی۔ معلوم ہوا کہ مرکزی دفتر سے کوئی حکم نہیں ملا ہے۔ یقیناً کاغذ کھومیا تھا یا ہوا میں اڑ گیا تھا۔ حاکم (متعلقہ) نے مہربانی کی اور مرکزی دفتر کو لکھا۔ اس کی نقل (ڈپلیکیٹ) آئی۔ حاکم نے اس کو دیکھا اور پھر شمس الدین خان کو خط لکھا۔ اور پھر نصر اللہ خان کے متعلقین کا احوال دوبارہ معلوم کرنا چاہا۔ مدعی علیہ نے جواب بھیجا کہ جنرل لارڈ لیک بہادر کے مہر زدہ پروانے کے مطابق اس جماعت کو پانچ ہزار روپیہ سالانہ دے رہا ہوں۔ حاکم نے معائنہ کے لیے اصل سند منگوائی۔ جب دستاویز پہنچی تو اس کی نقل رکھ لی اور اصل ارسال کنندہ کو واپس کر دی۔ اس نقل کی ایک نقل مجھے مرحمت فرمائی۔ خدا کی دی ہوئی عقل کے مطابق اس کا جو جواب مجھے پسندیدہ معلوم ہوا لکھا اور محکمہ کو ارسال کروایا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا کہ اصل احوال دھتکتے ماحرا کیا ہے۔ فلاں بیک نے پیسے کے لالچ میں میری دشمنی پر کمر باندھ لی ہے۔ اور لوگوں کی نظر میں بہن اور اس کے بچوں کی اعانت کو غلط بیانی اور افترا کا سرمایہ بنالیا ہے۔ میں حق جو اور حق پرست انسان ہوں۔ بچی بات کرتا ہوں اور سچائی ہی کی تلاش کرتا ہوں۔ نہ میں شمس الدین خان صاحب کا دشمن ہوں اور نہ خواجہ حاجی اور اس کے بیٹوں کا۔ شمس الدین خان میرا سالہا ہے اور خواجہ حاجی میرے جد کے بارگاہ کا بیٹا اور اس کے بیٹے دو پشتوں سے میرے خاندان زاد اور تین پشتوں سے میرے شک پروردہ ہیں۔ احمد بخش خان سے کہ جو میری چچی کے بھائی اور میرے سر کے بھائی تھے مجھے دو شکایات تھیں اور ہیں۔ پہلی تو وظیفہ (پنشن) میں بغیر کسی خطا و جرم کے کمی کر دی گئی ہے اور دوسری بغیر کسی استحقاق کے ثبوت کے خواجہ حاجی کی (پنشن میں) شمولیت ہے۔ اور میری ساری عرضداشتیں ان ہی شکایتوں سے بھری پڑی ہیں۔ شمس الدین خان

نے محکمہ کو پانچ ہزار روپے سالانہ کی ایک سند پیش کی۔ لیکن مجھے اس مقابلہ کی کوئی فکر نہیں۔ فلاں بیک نے فتنہ انگیزی اور افترا پروازی کے ذریعے میری گردن پر خنجر چلایا۔ (اگرچہ) مجھے اس تازمہ سے کوئی خوف نہیں۔ اولاً مجھے اہل حکومت کے درباب عدل و انصاف کی ڈھارس ہے اور دوسرے مجھے اپنی حق گوئی پر اعتماد ہے۔ اور اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے اور حکم کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔ میں نے اپنے کام خدا کے حوالے کر دیے ہیں اور مجھے اپنے دشمنوں کے انبوه سے خوف نہیں۔ آتش خرد میں حضرت ابراہیم کے ہال کی نوک بھی نہیں جلی اور فرعون کے جادو کروں کا گروہ موسیٰ کے جسم کو زک نہ پہنچا سکا۔ مجھے خدائے قادر سے بدظن ہونے کی اور دشمنوں کی فتنہ انگیزی سے ڈرنے کی (بھلا) کیا ضرورت ہے۔ آپ کے گرامی نامہ کے آنے سے چیٹر حکومت کے اہلکاروں میں سے ایک سے کرنل اٹاک صاحب کے انتقال کی خبر سنی ہے۔ مخدومی مرزا ابوالقاسم خان صاحب اور مشفق آقا محمد حسین صاحب کے لیے سخت رنجیدہ رہا ہوں۔ خدا کرے کہ وصیت نامے میں ایسی تحریر موجود ہو کہ ان کی کفایت کرے۔ افسوس مخدومی نواب مہدی علی خان بہادر کی خیریت سے بے خبر ہوں۔ ان پریشانیوں کی بنا پر جو دائیں بائیں سے مجھے خوف و خطر کے ٹھکے میں کسے ہوئے ہیں خط لکھنے کی فرصت نہیں ملتی ہے۔ لیکن نواب صاحب کو (ہم) خاکساروں کو

۱۔ واللہ ما یشاء بحکم ماریہ۔ قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں۔ البتہ منہج ذیل آیات ان صورتوں میں ملتی ہیں

۱۔ ان اللہ یصل ماریہ۔ سورہ الحج ۱۳ ۲۔ ان اللہ یصل ماریہ۔ سورہ مائدہ ۱۰

۳۔ کہ تک اللہ یصل ماریہ۔ سورہ آل عمران ۴۰ ۴۔ ولعل ماریہ۔ سورہ ابراہیم ۳

۵۔ ان اللہ یصل ماریہ۔ سورہ الحج ۱۸

یاد کرنے کا کہاں خیال ہے۔ ان سطور کے لکھتے ہوئے مرزا داؤد بیگ تشریف لے آئے اور ۲۸ رمضان کا لکھا ہوا خط پہنچایا۔ چونکہ خط کے امور جواب طلب کا جواب اس کے پہنچنے سے پیشتر ہی بطور کشف لکھ چکا ہوں، دوبارہ ان کو دہرانے پر توجہ نہیں دی۔ فلاں بیگ نے میرا حال پوچھا ہے۔ کیا کہنے میرے احوال کے کہ خدا کو قادر اور دانا جانتا اور انبیاء کو اللہ کی جانب سے بھیجا ہوا سمجھتا اور حسین کو بندہ و طالب حق و برگزیدہ حق گردانتا اور یزید کو ظالم، ناانصاف اور گنہگار تصور کرتا ہوں۔ اس سے زیادہ اور کیا لکھوں۔

خط (۳)

میرے مالک میرے آقا

حوال کی سترھویں اپریل کی گیارھویں تاریخ، اتوار کے دن ایسے وقت کہ بادبھاری چل رہی تھی اور پھول اور غنچے کھل رہے تھے آپ کا جانفراخت ملنا اور اس نے میری گود اور آغوش پھولوں سے بھردی اور اُس کی آمد نے مجھے سرمایہ مسرت سے مالا مال کر دیا۔ خدا کی قسم اس خط کی آمد میری آرزو کے حوصلے سے بڑھ کر تھی چونکہ میں نے اپنی حیرانی و پریشانی میں ایک خط غلط پتے پر کانپور بھیج دیا تھا۔ مجھے نہ آپ کا پتہ ہی معلوم تھا اور نہ جناب کی آمد کے وقت سے باخبر تھا غرض یہ کہ آپ کے خط کو دیکھا (تو) سیکڑوں بار اپنی آنکھوں سے لگایا اور سر پر رکھا اور اپنی جان آپ کے سر آسمان خراش پر قربان کر دی۔ اور (آپ نے بھی) مجھے خط کے ملنے اور نہ ملنے کے جھگڑے سے آزاد کر دیا اور (ساتھ ہی) حرکت و عدم حرکت کی پریشانی سے رہائی دلائی۔ (میں

نے) آپ کی خیریت پر شکر کیا اور خدا کی بے انتہا حمد و ثنا کی۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ محبوب زمانہ ہیں۔ خدا آپ کو سلامت رکھے۔ انصاف اطاعت سے بڑھ کر ہے۔ مرزا احمد بیگ خان دنیا سے محبت اور جہان الفت ہیں۔ دو تین ماہ انہوں نے میرے حال سے غفلت برتی اور خط لکھنے سے بھی گریز کیا۔ تقریباً ایک ہفتہ ہوتا ہے کہ ان کے (یکدم) دو خط ملے۔ اپنی کوتاہ قلمیوں کی معذرت چاہتی تھی اور سب احوال لکھا تھا۔ میں نے بھی جوابات دیدیے ہیں۔ اطلاعاً آپ کو بھی بتا دیا ہے۔ میری جان! قصہ یہ ہے کہ مقدمہ کی ابتدا ہی سے مجھے احمد بخش خان سے دو شکایتیں ہیں۔ ایک تو وظیفہ (پنشن) میں کمی کر دینا اور دوسرے (پنشن میں) خواجہ حاجی کی شمولیت۔ اب کہ بات عدالت تک پہنچ چکی ہے بالعرض اگر نصر اللہ بیگ خان کے متعلقین کا وظیفہ (پنشن) پورے پانچ ہزار بھی قرار پائے مجھے (پھر بھی) خواجہ حاجی کی شمولیت پر شکایت ہوگی۔ خدا کی قسم فلاں بیگ مجھے آزار پہنچانے کے درپے ہے اور (اس نے) اپنی بہن کی اولاد کی مدد کو اس ایذا رسانی کی سند بنا لیا ہے۔ وہ دن بھی تھا کہ فلاں بیگ اور اس کا بہنوئی دونوں نصر اللہ بیگ خان کے رسالے میں بے حیثیت نوکر تھے۔ یہ سب تین پشتوں سے میرے اجداد کے نمک پروردہ ہیں۔ اور اس کا فرغہ ار نے میرے چچا کی موت کے بعد بھٹکے ہوؤں کو کہ فلاں بیگ اس میں شامل تھا اپنے ساتھ ملا لیا اور میرے چچا کے تر کے میں نقد و جنس ہاتھی گھوڑے چھو لداری غیسے جو کچھ بھی تھا صاف لے اڑا۔ اب کچھ تو بات کی تکمیل اور کچھ اس صفحہ کو پُر کرنے کی غرض

۱۔ متن میں یہ لفظ "اور" لکھا ہے جو غلط معلوم ہوتا ہے۔ قیاساً "اور" یا "اور" ہے۔ چنانچہ ہر جہاں اس طرح کیا گیا ہے۔

سے اصل مقدمہ کی تفصیل بتاتا ہوں۔ تو جان من بلکہ میری جان سے بھی بڑھ کر میں جب دلی بھونچا اور حکام سے مرکزی دفتر کے حکم کی تعمیل کی درخواست کی تو معلوم ہوا کہ کولبرک صاحب کی رپورٹ کی نقل موجود ہے (لیکن) مرکزی دفتر کا حکمنامہ سائب ہے۔ حاکم (متعلقہ) نے دلدہی کی خاطر یا ضابطے پر عمل کرتے ہوئے یا میرے دعوے کے سچ اور جھوٹ کی تصدیق کے لیے (غرض یہ کہ) صدر دفتر خط لکھ دیا۔ میں نے چونکہ سچ کہا تھا مرکزی دفتر سے (دستاویز کی) ڈکلیکٹ (نقل) آگئی۔ (اب) حاکم نے مدعا علیہ کو لکھا۔ مدعی علیہ نے ایک سند جس پر جنرل ایک کی مہر لگی ہوئی تھی اور جو پانچ ہزار روپیہ سالانہ پر مشتمل تھی بھجوا دی اور کہا "اس سند کے مطابق نصر اللہ بیگ خان کے متوسلین کو پانچ ہزار روپیہ دیتا ہوں۔ حاکم نے اس سند کی نقل مجھے دی اور مجھ سے اس کا جواب مانگا۔ میں نے اس سند کا جواب مجھے کے دفتر پہنچا دیا۔ دراصل یہ سند جعلی ہے اور میں نے اس سند کے جعلی ہونے کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔ ان میں سے ایک (دلیل) یہ ہے کہ دلی سے نکلتے تک اس سند کی نقل کسی دفتر میں نہیں ہے۔ اور اس وقت عدالت کا یہ حال ہے کہ حاکم نے میل ملاقات بند کر دی ہے اور اعتکاف میں بیٹھ گیا ہے۔ (چنانچہ) کام بکڑے ہوئے ہیں اور احوال خراب ہیں۔ دفتر کے اہلکار تمہیں کھاتے ہیں کہ سوائے پروانہ راہداری کے اور کسی تحریر کو ہم نے ہاتھ نہیں لگایا ہے اور مشاہدہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے۔ حاکم ہی کہاں ہے کہ اس کو یہ طریقے اور احوال تاؤں۔ جب تک حاکم پذیرائی کرتا تھا میں بھی جاتا اور (اس کے پاس) بیٹھا کرتا۔ چونکہ شعر و سخن کا ذوق رکھتا تھا اس لیے اکثر اوقات اسی ضمن میں بات چیت ہوا کرتی اور مطلب کی بات بھی کہہ دی جاتی۔ ان دنوں ایسی رازداری نہیں

ہوا کرتی تھی۔ چونکہ مقصد نے ایسی شورش نہیں برپا کی تھی (سو میں بھی) موت سے پہلے وارطا کس طرح کرتا۔ اب کہ فتنے کی گرد اٹھی ہے تو میں کیا کسی شخص کی بھی حاکم تک رسائی نہیں ہے۔ (لوگ) کہتے ہیں حاکم یہ چاہتا ہے کہ اگر مجھے مرکزی دفتر ہی سے استحکام کار کی خوش خبری ملے تو (میں بھی) کام کی طرف توجہ دوں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ جھگڑا کب طے ہوتا ہے اور اس عرصے میں مستقل حاکم کون (مقرر) ہوتا ہے۔ غالب جتلا کی انصاف طلبی کا احوال یہ ہے کہ ایجاز و اختصار سے بیان کیا گیا۔

خط (۳)

وہ جان کہ جس کے اجزا کا لطیف ترین حصہ تحلیل ہو گیا اور شراب سے تلچھٹ کی طرح اور آگ سے راکھ کی صورت جو کچھ باقی رہ گیا ہے اگر دوست کے قدموں پر بکھیر (بھی) دوں تو ڈرتا ہوں کہیں اس کے پائے نازک کو زحمت نہ ہو اور اگر اس قربانی کے لیے تیار نہیں ہوتا تو دنیاے محبت میں نادم ہوں گا۔ (سو) کیا کروں کہ حق محبت ادا کر کے احسانات کا شکرا ادا کر سکوں۔ (اُس) گمراہ نامہ کے مطالعہ نے کہ جو محبت پر مبنی تھا مقصد کے محبوب کے جلوے کا آئینہ دار بنا دیا اور دنیاے اسرار کا ایک جہاں دکھا دیا۔ غالب اس مبارک تحریر کے ارسال کے بعد اسد اللہ کا ایک دوسرا خط بھی آپ کی نظر سے گزرا ہوگا۔ بات یہ ہے کہ میرے اوپر ایک بھاری بوجھ ہے اور اگر آپ (کم ہمتی نہ دکھائیں) اور فیاضانہ اس بوجھ کو اٹھائیں اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ ایسا ہی کریں گے کہ اخیاء زمانہ میں سے ہیں۔ اس عدالت کی حالت اور اس محکمہ گمراہی کے مقتدرین کی صورت حال میری نظر میں (بھی) خدا کی قسم بالکل اسی طرح

ہے جیسے آپ نے لکھا ہے۔ لیکن دیکھی رونے کے سوا کیا کرے؟ الم رسیدہ بین کرنے کے علاوہ کیا جانتا ہے اور ڈھکی کو مرہم کے علاوہ کس چیز کی جستجو ہوتی ہے۔ پرنسپ صاحب کا حال یہ ہے کہ انہیں اس معاملے سے تعلق ہی نہیں ہے۔ لیکن چونکہ مجھ سے اور میرے مقدمے سے قدرے واقف ہیں اور اپنے عہد حکومت میں انہوں نے نواب والا منقبت کی خدمت میں میری قدر افزائی کی ہے اور میرے استحقاق کو سراہا ہے (اس لیے میں نے ان کو) دوستانہ خط لکھا ہے۔ خدایا! اتنا ہو جائے کہ میرا خط وصول کر لے اور میرے وکیل کو وکالت کے لیے قبول کر لے۔ اس کے بعد معاملات بہت اچھے اور امیدیں بہت۔ خدا کے واسطے کچھ کوشش کریں۔ اور یہ بھی اپنی کم ظرفی کا اظہار ہے کہ آپ کے سامنے اپنی سفارش کر رہا ہوں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ میرا کام آپ کا کام ہے اور انصاف بالائے طاعت کے مصداق اگر اپنے کام کو آپ کا کام نہ جانتا تو ایسے بڑے بڑے راز کس طرح آپ کے سامنے (کھول کر) رکھ دیتا اور اپنے آپ کو کلیشہ آپ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتا۔ چنانچہ اس امر کا ضرور التزام رہے کہ جو خط بھی میرا آپ کو ملے اس کو خود پڑھیں، مولانا کو دکھائیں اور پھاڑ ڈالیں اور پانی میں بہا دیں یا آگ میں ڈال دیں۔ پرانی بات کو نیا، پیرایہ دیکر فشی صاحب کے پاس بھیجا ہے۔ اس کو بھی ملاحظہ کر لیجئے اور معاملات کو سمجھ کر ان کی تہ تک پہنچے۔

۱- متن میں ”بدوش جدید“ لکھا ہے۔ ترجمہ ”بدوشی جدید“ کے قیاس پر کیا گیا ہے۔

قبلہ کھاجات

کل اکتوبر کی چند صبحیں تاریخ آپ کا اُنٹیس ستمبر کا لکھا ہوا پاک والا نامہ آئینہ سکندر کے ایک ورق کے ساتھ پہنچا۔ لیکن لفافے میں اخبار کے (دوسرے) اوراق باوجود حلاش کے نہ ملے۔ صرف اشتہار کا ورق تھا اور کچھ نہیں۔ میں نے دل میں کہا مخدوم نے اس ایک ورق کو بھیجتا ہی کافی سمجھا ہو گا۔ اب جو محط کھولا اور تحریر کردہ سطروں پر نظر دوڑائی تو معلوم ہوا کہ جناب عالی نے اوراق اخبار کا شروع سے آخر تک ذکر کیا ہے لیکن اخبار اس لفافے میں موجود نہیں ہے۔ میں سمجھ گیا کہ لفافے میں خط رکھتے وقت اخبار کے اوراق لف کرنا یاد نہیں رہا۔ بہر حال آئینہ سکندری کا (وہ) ورق پڑھ کر میری آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اور اس کی عبارت کی روایتی نے منظر (۱) میں موتی پر دو دیے۔ اب اچھی باتیں اور دل کش خبریں۔ اس شہر کے لوگ چونکہ اخبار جام جہاں نما کی بد عہدی سے سخت ناراض ہیں اس لیے اخبار کا کوئی ذوق نہیں رکھتے۔ مختصر یہ کہ اخبار کی ترویج کے سلسلے میں میری کوشش بیان سے باہر ہے۔ لیکن فوراً اس بارے میں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ میرے برادر گرامی اپنی دلی رغبت کے ساتھ ان اوراق کے خریدار ہیں۔ بلکہ انہوں نے میرے ساتھ اخبار کی ترویج کے سلسلے میں عہدہ یکا گلت کیا ہے۔ ان کے ساتھ ساتھ اس قدر کوشش پر میں قانع نہیں ہوں۔

دوسروں کا چندہ بھی بھیجوں گا۔ غنوا ری سے آراستہ قلم کی تحریر نے احوال معاملہ کے

۱۔ "فہارہ راہ گو بر کشید" گو بر کشید موتی پر رونے کے معنی میں آتا ہے (بہارِ محرم)۔ باقی خیالِ اُلمرئی غالب کی ہے۔

بارے میں جو لکھا ہے (اس نے) میری جہالت کو زبرد آگاہی سے سہا دیا۔ لیکن اسی آگہی کے باوجود دل سے تشویش رفع نہیں ہوئی۔

خط (۶)

قبلہ من

ایک طویل مدت گزری اور گزر رہی ہے کہ میری آنکھیں آپ کے جواہر نامے کی سیاہی سے سرگیں نہیں ہوتیں۔ اس سے بیشتر غریب وری کے ضمن میں جو مہربانی آپ نے کی ہے وہ نکلین خاطر پر نقش ہے۔ خاص طور پر اس باب میں بھی غلطیاں میں مبتلا ہوں کہ محافظ خیال نے رسید جواب کی گری کو انتہا تک پہنچا دیا (لیکن) اب تک اس بہار کا رنگ ظاہر نہیں ہوا۔ میرا حال تو یہ ہے کہ اس دشمن آباد (یعنی دلی) کی عدالت سے کنارہ کش ہو کر اپنے ٹھکانے کی دیوار کا نقش ہو کر رہ گیا ہوں۔ ہزم خیال میں (البتہ) امید کی شمع جلا رکھی ہے اور آنکھیں مرکزی دفتر کی انصاف پسندی سے پیوستہ ہیں۔ کیا بتاؤں کہ ارد گرد کے حکام نے کیا کیا طریقے اختیار کئے ہیں اور کیا اطوار اپنائے ہیں۔ اگر کچھ عرصہ اور اس ہی طرز پر گزرتی رہی تو (لوگوں کے) گھریار سیلاب فنا میں غرق ہو جائیں گے۔ خاص طور پر اس شہر میں اعیان زمانہ کی چٹخوری اور عثمائی نے کہ جس کو حکام بھی رغبت کے کان سے سنتے ہیں دنیا کو اپنے مال و متاع کی بنا پر لرزہ بر اندام کر دیا ہے۔ (ان حکام نے) واماںدگاں کو مرکزی محکمے کے شفا خانے کے علاوہ کسی دوسری جگہ مرہم نوازش کی خبر نہیں دی ہے۔ چونکہ اس عدالت میں کوئی بد عنوانی جائز نہیں ورنہ ہر طرف فساد کی گرد بلند اور ستم کی آگ روشن ہے۔

آج جبکہ ۱۲ جنوری سے جام جہاں نما کے ذریعہ یہ خبر ملی کہ اُس علاقے میں وہا کا شہرہ ہے میں کہ خیر خواہ اور دوستوں کا دعا گو ہوں کیا بتاؤں کس قدر بے یقین ہو گیا ہوں۔ امید اس بات کی ہے کہ آپ جلد سے جلد میری دادرسی کریں گے اور اپنی اور دوسرے مفصلوں اور متعلقین کی خیریت کی خبر بھیجیں گے تاکہ دل کی پریشانی کے لیے باعث سکون ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ جناب عالی مہربانی و ہمدردی کے سبب اس مظلوم کے مقدمے کے احوال کے بارے میں (خود ہی) تحریر فرمائیں گے۔ اس درخواست پر میں نے ٹکرا نہیں کی تاکہ طول کلامی اور سرکشی میری خصلت نہ قرار پائے۔ یہ پوشیدہ نہ رہے کہ اس خط کے جواب میں غلٹ بمنزلہ مردے کو جان دینے اور پیا سے کو پانی دینے کے ہے۔ جناب مولوی صاحب قبلہ کو میری طرف سے ہزار طرح سے جھک جھک کر کورنش پیش کریں اور صد گونہ الفت و محبت کے ساتھ شوق و دیدار آقا صاحب کی خدمت میں عرض کریں۔

خط (۷)

اہل صفا کے روشن ضمیر سے یہ بات مخفی نہ رہے کہ ایک مدت کے بعد خط کے آنے پر خوش ہو کر اس مہربانی کا شکرا اپنی بساط کے مطابق ادا کیا اور دل کو سرمایہ امید سے باحشمت بنایا ہے۔ مختصر یہ کہ مولوی صاحب کی طبیعت نے میری قوت برداشت کو متاثر کر کے میرے صبر و برداشت کی بنیاد (۱) میں آگ لگا دی ہے۔ آپ اور آپ

اس دور از قہار چیز پر آ اور ان۔ کسی کی بنیاد میں آگ لگا دینا (بہارِ نجم)۔

۔ تاہم خط ازب جاناں برآ مدہ دور از قہار چشمہ میواں برآ مدہ (مساب)

کے چچا مقتدران زمانہ اور نیکان دہریں ہیں۔ خدا کرے کہ آپ سلامت رہیں، تادمی زندہ رہیں، ہمیشہ ہمیشہ چلتے پھرتے نظر آئیں، دنیا سے آپ کو خیر ملے، اور بلند مرتبوں پر پہنچیں۔ میں آپ کی ان مہربانیوں کو یاد کرتا ہوں کہ جب آپ طرح طرح سے پرسش احوال اور مہربانیاں کر کے مجھے نوازتے تھے اور مسافرت کے دکھ اور تھکائی کے غم میرے دل سے رفع کرتے تھے۔ جب سے آپ سے دور ہوا ہوں میں نے آرام کا چہرہ نہیں دیکھا اور محبت کی خوشبو نہیں سونگھی ہے۔ خدا را اگرچہ میرا اس لائق نہیں کہ مجھے جلد جلد خط لکھا جائے لیکن (کم از کم) لطفِ گاہ گاہ سے تو محروم نہ کیجئے۔ اس وقت کہ دل حضرت مولوی صاحب کی طرف نگراں اور ان کی صحت اور خیریت کا طالب ہے آپ نے حکم دیا ہے کہ غالب مغلوب اپنی جھوٹی بچی باتوں کو نظر اچھا اثر میں لائے۔ اے میری جان کی پرورش کرنے والے اب وہ زمانہ کہاں کہ جب دستِ نوازشِ قلم رقصاں کے شانے پر ڈالتا اور قوتِ فکر سے ارباب فن کا بچہ موڑ دیتا تھا۔ اب تو اپنی رنگ رنگ کی پریشاندوں میں مبتلا ہوں اور شعر گوئی کا کافیہ بھگ ہو گیا ہے۔ اس کے باوجود میری آگ سلگ رہی ہے، دل کے دھم سے خون بہہ رہا ہے اور خیال کا ناخن جگر کریدنے میں مصروف ہے۔ چند غزلیں کہ جن سے طراوتِ فکر ظاہر ہوتی ہے اصلاح کی امید سے تحریر کر رہا ہوں۔

خط (۸)

یہ ایک معافی نامہ ہے ستم رسیدہ غالب کی طرف سے سلطنتِ معنی کے حکمران فیض مآب، مولوی سراج الدین احمد صاحب کے لیے۔ گزارش یہ ہے (کہ)

والا نامہ نے اپنے ورد کی نسیم سے میری گود اور آغوش کو پھولوں (۱) سے پُر کر دیا۔
 جواب تحریر کرنے میں تاہل لا پرواہی کے سبب نہیں تھا۔ چاہتا تھا کہ کچھ سرمایہ تحریر ہاتھ
 آئے اور غیب سے آنکھی کی بجلی چمکے۔ اب کہ مدۂ عاطلی کی منزل آچکی ہے، قلم نے سر
 کے بل دوڑنا اور شوق نے جواب لکھنے کی تقریب شروع (۲) کر دی۔ اے
 فیض رساں آپ کے گرامی نامہ نے فیض بخش مولوی محمد خلیل الدین خان کی صحت
 سے آگاہ کیا۔ خدا کی قسم میں اس خبر کا متلاشی اور اس نوید کا جو یا تھا۔ میری طرف سے
 آداب زمین بوسی پہنچائیں اور خط نہ لکھنے کی دوبارہ معذرت کر لیں۔ امید ہے کہ ایک
 دو ہفتے کے اندر میرے اے اوسان بجا ہو جائیگے اور میں بذریعہ تحریر جناب عالی کو اپنی یاد
 دلاؤں گا۔ اور دوسرے اس ہی مشکلین گرامی نامہ میں آپ نے اپنے دعا گو کو شرعی حکم
 کے دریافت کرنے کی خدمت سرانجام دینے کی خوش خبری بھی دی ہے لیکن وہی
 دستاویز جو اس استغاثہ کا ذریعہ ہو سکتا ہے نہیں سمجھی ہے۔ اگرچہ اس کاغذ کے نہ بھیجنے اور
 اس کو آئندہ ارسال کرنے سے آگاہ کر دیا ہے۔ بہر طور (مجھے) آپ کی مرضی کی تعمیل
 کا منتظر سمجھنا چاہیے۔ آسمان اور ستاروں کی گردش کے سبب جو مجھے پیش آیا وہ یہ ہے کہ
 ممئی کی چوتھی تاریخ کو جو ذی قعد کی گیارہویں ہوتی ہے میرے مقدمے کی رپورٹ
 مرکزی دفتر چلی گئی۔ ہائے ہائے کیا رپورٹ اور کیا مقدمہ۔ ایسی رپورٹ کہ جو زلف
 محبوب کی طرح خم در خم اور دل زدوں کے احوال کی طرح براہم ہے۔ شروع میں جو میں

۱۔ متن میں "جیب و کنارم دہانگل اپناشت" ہے بجائے "جیب و کنارم دہانگل اپناشت" کے قیاس پر کہا گیا ہے۔

۲۔ سزا کر دینے سے معنی آغاز کر دینے۔ آمادہ کر دینے۔ عزم کر دینے۔ (فرہنگ معنی)

حاکم کو مہربان سمجھتا تھا سو اب مجھے شرم آتی چاہیے اگر لمبی چوڑی بات کروں اور (اس کی) شکایت شروع کروں۔ اگر میری امید کی بنیاد مرکزی دفتر کی تحریر پر قائم نہ ہوتی تو اس عدالت کے عمائدین نے میرے وجود کی بنیاد میں (ضرور) رخنہ ڈال دیا ہوتا اور ہر ہلاہل میرے ساغر مقصد میں ملا دیا ہوتا۔ انصاف بالائے طاعت۔ اس بقعہ ار زمانے کی تاسازی کے باوجود رپورٹ کا رنگ اس قدر ناگوار بھی نہیں ہے۔ فی الحال کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ نہال مراد کی بار آوری میں ابھی کچھ دن اور لگیں گے۔ خدا کا شکر ہے کہ انجام بخیر ہے۔ دوسرے نا انصاف مدعی نے کہ جس نے ٹکلت میں میری غیر موجودگی میں فتنے کی گرد اٹھائی اور جھگڑے کی بنیاد رکھی ہے، نہال نے اپنے کام میں کیا خرابی دیکھی کہ حال ہی میں، بہن کے بچوں کو لکھا ہے کہ میں تمہاری فکر سے ناغل نہیں ہوں۔ لیکن تمہیں چاہیے کہ تم پہلے سررشتہ ریز یڈنی دہلی کے دفتر سے رجوع کرو۔ اور ایک صفحہ اپنے چہرے کی طرح سیاہ کرو اور دربار میں پہنچا دو تا کہ میرے لیے مرکزی دفتر سے انصاف طلبی کی کوئی بنیاد ہو سکے۔ اور بس یہ دو سطریں محض آپ کو مطلع کرنے کی غرض سے تھیں۔ والسلام۔

خط (۹)

خط دہواؤ ایک طویل عرصے کے بعد ملا اور (اس نے) دوسری زندگی عطا کی تاکہ اس عمر کی کہ غم میں بسر ہو گئی، تلافی کر سکے۔ لیکن اس دل کا کہ جس کی فطرت ہی آئینہ غم ہو، خوش کرنا آسان نہیں۔ کیا زمانہ تھا کہ آپ کا خط پہنچا اور میں عالم سرخوشی میں چھلانگ مار کر کھڑا ہوا اور ایک دنیا کے نشاط سے ہمتا رہ گیا۔ لیکن اس بار ابھی

نظر اس تحریر کی سیاهی سے دو چار بھی نہیں ہوئی تھی کہ دنیا میری نظر میں اندھیر ہو گئی۔ پہلے پہل جو مجھے نظر آیا وہ ایسی دلدوز خبر تھی کہ جس نے دل سے لے کر جگر تک خون کر دیا یعنی (آپ کی) ہمشیرہ کی وفات۔ میں اس جماعت سے نہیں کہ جب دوست سے جدائی رو پڑے ہو تو اس سے رسم و راہ بھی فراموش کر دیں اور تعلقات کو بھلا بیٹھیں۔ مخدوم مرحوم وہی خاتون ہیں تاکہ جب ان کی طبیعت کی خرابی کی خبر کلکتے پہنچی تھی تو آپ کا دل بیٹھ گیا تھا اور آپ کے دل پر یکسر سراسیمگی چھا گئی تھی۔ مجھے اندازہ ہے کہ ان کی وفات سے آپ کے دشمنوں پر کیسی قیامت گزری ہوگی۔ قادر مطلق آپ کو صبر عطا فرمائے اور دل کو توانائی اور رضائے الہی پر راضی ہونے کی توفیق عطا کرے۔ اور اس المیہ کو آپ کی کتاب زندگی میں غموں کا اختتام اور مصائب کا مقطع بنادے۔ میں سمجھ گیا کہ مولوی صاحب کو یواسیر کی وجہ سے بہت تکلیف رہی ہے لیکن خدا کے کرم سے اب آرام سے ہیں۔ نیک لوگوں کے ان رہنما کی غریب نوازیاں میری نظر میں ہیں اور میں ان کا دعا گو ہوں۔ میری طرف سے تسلیات پہنچا دیے اور میری جانب سے یہ شعر پیش کر دیجئے۔

گرچہ دورم از بساط قرب ہمت دور نیست

بندۂ شاہ و شائیم و شاخوان شا

(ترجمہ) اگرچہ میں بساط قرب سے دور ہوں لیکن حوصلہ دور نہیں ہے

آپ کے بادشاہ کا غلام ہوں اور آپ کا شاخواں

معلوم ہوا کہ میرے مخدوم نئے علاقے سے خوش نہیں ہیں۔ اس انکشاف

حال نے ملاں کی صراحت اگر دل پر ڈال دی۔ خدا کے واسطے دل تنگ نہ ہوں اور کلکتے

کو غنیمت سمجھیں۔ اس پاکیزگی کا شہر اور ایسی شادابی کا بہارستان روئے زمین پر کہاں ہے۔ اس شہر کی خاک نشینی دوسری سرزمین کی سریر آرائی سے بہتر ہے۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں متاہل نہ ہوتا اور پرورش عیال کا طوق میری گردن میں نہ پڑا ہوتا تو جو کچھ بھی ہے اس سے دامن جھاڑ کر اپنے آپ کو اس جگہ پہنچاتا اور جب تک زندہ رہتا اسی جنت میں رہتا اور ہندوستان کی ناگوار آب و ہوا کے دکھوں سے آرام پاتا۔ کیا کہنے ان ٹھنڈی ہواؤں کے اور کیا کہنے اس کے گوارا پانوں کے۔ مبارک ہو وہ بادۂ تاب اور شاد باد وہ میوہ ہائے خیش رس۔ چنانچہ غالب دہلوی کہتا ہے۔

۔ ہمہ گر میوہ فردوس پہ خوانت باشد

غالب آں لبہٴ بنگالہ فراموش مباد

(ترجمہ) اگر تیرے دسترخوان پر جنت کے سارے میوے بھی ہوں

(پھر بھی) غالب بنگال کے وہ آم بھلائے نہیں جاسکتے

نقطہ (۱۰)

میری زندگی اور میری جان!

آپ کے گرامی نامہ کے پہنچنے کے بعد میں اس فکر میں تھا کہ جواب تحریر کروں اور اپنا حال تفصیل سے لکھوں۔ کل کدّی الحجہ کی چند دھوپیں تاریخ اور پچ کا روز تھا، اطلاع ملی کہ مجموعہٴ اخلاق کا شیرازہ زندگی بکھر گیا۔ میرے منہ میں خاک، مسٹر اسٹرلنگ نے جان، جان آفرین کو سپرد کردی۔ کاش میرے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیتے اور یہ صبح خراش خبر نہ پہنچاتے۔ اب کس سے غمخواری کی امید رکھوں اور دل

کو کس کی گردش چشم کے خیال سے تسکین دوں۔ وہ رپورٹ کہ مسٹر فرانس ہاکنس نے
 مجھ کھٹنی اور سوختنی کے مقدمے کے بارے میں مرکزی دفتر بھجوائی ہے کیا بتاؤں کہ
 کس قدر امید ممکن اور غم افزا رہی ہے۔ مجھے میدانِ ثنائے اس تیز کام کی مشکل کشائی
 پر بھروسہ تھا۔ مدعی نا انصاف نے (میرے) مقصد کی راہ میں جو فساد کی گردائائی ہے
 کیا بتاؤں کتنی نظارہ سوز اور چاکاؤ ثابت ہوئی ہے۔ میں اس کی حمایت کے ہاتھ کے
 سایے تلے آرام کی زندگی گزار رہا تھا۔ اب تو دونوں طرف سے آسمان دشمن کی
 کامیابی کے درپے ہے۔ کہاں کا مقدمہ اور کیسی رپورٹ۔

ازمن جسٹ چہ پرسی کہ چہ حال است ترا

حال من حال سگاں! میں چہ سوال است ترا

(ترجمہ) مجھ تھکے ماندے سے تو کیا پوچھتا ہے کہ تیرا کیا حال ہے

میرا حال کتوں کا حال (جیسا ہے) یہ تیرا سوال کیسے ہے!

خدا را اس خط کے جواب میں تامل نہ کیجئے گا۔ حالات تفصیل سے لکھے کہ

اُس اعلیٰ نسب کو کیا پیش آیا اور اُس باغِ انسانیت کے پودے کو کس آنندھی نے جڑ
 سے اکھاڑ دیا اور پھر اس کے بعد دفتر کا کیا انجام ہوا اور اُس جگہ کون آیا۔ آیا سمس
 فریزر صاحب بہادر نے سکرٹری کونسل کے عہدے پر اپنے پاؤں جمادیے یا اس
 منصب کے لیے کسی دوسرے کو تعینات کیا گیا۔ مزید کہ ان حالات میں آپ پر کیسی
 گزری ہوگی لکھنے سے گریز نہ کریں اور جس قدر جلد ہو سکے لکھئے۔ اگرچہ گرامی نامے
 نے مخدوم جناب مولوی خلیل الدین خان صاحب کے احوال خیر میں ترقی کی خبر دیکر
 جتنا پر جنت کے دروازے کھول دیے ہیں لیکن خدا کی قسم وہ توانائی نہیں کہ لفظ لفظ

جوڑ کر مہار کہاؤ گا ایک گلدستہ بناؤں۔ والسلام وهو خیر الکلام۔

خط (۱۱)

قبلہ من:

بارہا میرے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ شاید مولانا سراج الدین احمد کلکتے سے چلے گئے ہیں ورنہ مجھ سے اس قدر اجنبی ہو جانے اور اتنی مدت کے دوران خط نہ لکھنے اور یاد دہانی نہ کرنے کا کیا امکان تھا۔ پھر کہتا ہوں اگر ایسا ہی تھا تو بھلا انہوں نے مطلع کیوں نہیں کیا۔ کبھی دل میں یہ کھٹک ہوتی ہے کہ دوستوں کی دلدہی کے سبب مجھ سے اور میرے احوال سے صرف نظر کی ہے۔ خدا کی قسم کہ میرا دل اس قضیے میں گرفتار ہے اور اس امر کی گواہی نہیں دیتا۔ آپ کے دعوے کی سچائی، قول کی پختگی، مزاج کی ثابت قدمی اور طبیعت کی سنجیدگی مجھے اس دوسو سے روکتی ہیں۔ غرضیکہ زمانے کے طور طریق سے حیرت زدہ اور گردشِ لیل و نہار کا مارا ہوا ہوں۔ جناب مستطاب مولانا حضرت عبدالکریم صاحب کی عرضداشت آپ کے خط میں لف کر کے آپ کو بھیج چکا ہوں۔ امید اس بات کی تھی کہ نسیم بہار سے زیادہ دل نواز ایک جواب آئے گا اور طبیعت کو خوشی دے گا وہ بھی میسر نہ ہوا اور خیال خام ہو گیا۔ اپنی کامیابی اور ناکامی سے قطع نظر زمانے کے طور طریق کی بد نظمی پر حیران ہوں اور نہیں سمجھتا کہ خدایے

۱۔ متن میں معلوم ہوتا ہے لفظ "پاؤ" لڑ گیا ہے۔ ترجمہ اس ہی قیاس پر کیا گیا ہے۔

۲۔ متن میں "چچا لئی لکم" لکھا ہے۔ ترجمہ "چچا لئی لکم" کے قیاس پر کیا گیا ہے۔

کیوں پھر گئے اور دستور کس سبب اٹنے ہو گئے۔ دو مہینے سے یہ سن رہا ہوں کہ مارٹن صاحب ریزیدنٹ حیدرآباد دہلی کی ریزیدنٹ کے لیے نامزد ہو گئے ہیں لیکن تاحال دہلی میں ان کے قدموں کی گرد نظر نہیں آتی۔ ذمہء حکام کے خواص کو بھی آگاہی نہیں کہ وہ نامعلوم شخص کہاں ہے اور اس کی آمد میں تاخیر کیوں ہے۔ دوسرے مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ مسٹر اسٹرلنگ کے مرنے کے بعد دفتر پر کیا گزری۔ اسقدر واضح ہوا ہے کہ فی الحال سیمن فریزر صاحب سکرٹری کا کام کریں گے اور بس۔ خبر ہے کہ جناب نواب گورنر جنرل بہادر اکتوبر کے مہینے میں ہندوستان آئیں گے۔ گزشتہ سال میں نے عجیب قیامت عملے کے لوگوں اور دفتر کے متعلقین میں دیکھی ہے۔ بلکہ اس ہنگامے ہی میں میں نے بھی اپنی کشتی طوفانِ بلا میں ڈال دی ہے۔ ابھی جناب نواب اعلیٰ صفات کی آمد کی خبر پر مجھے یقین نہیں آ رہا۔ کاش دادخواہوں کے ذمہ میں میرا شمار نہ ہوتا کہ اس کشمکش سے آزاد زندگی گزارتا اور خوشی اور غم کو یکساں سمجھتا۔ کیا کروں کہ دل اس جھگڑے سے تنگ ہے اور میں بے بس ہوں۔ تمام پریشان کن خبروں میں سے ایک یہ ہے کہ جناب نواب گورنر بہادر نے ایک پرائیویٹ کونسل (کی تشکیل) کا فیصلہ کیا ہے اور رام موہن رائے اس کونسل کے ایک رکن ہیں۔ اگر حقیقت یہی ہے تو میرے حال پر خون رونانا چاہیے۔ آپ کو بھی اس راز کی کوئی خبر ہے! ہمہ تن چشم حیرت ہوں۔ خاص طور پر اپنے مقدمے کے بارے میں کہ ابتدا میں کس صورت پر تھا اور اب کیا پیش آیا۔ میں نے مانا کہ اسٹرلنگ کے نہ ہونے نے یہ خرابی کی بنیاد ڈالی لیکن دوسرے تمام اراکین کونسل تو وہی تھے کہ جنہوں نے ابتدا میں میرے مقدمہ کو

پردہ (۱) درست دیا تھا۔ حاکم دہلی نے (اگر) میرے بارے میں بدگوئی (۲) کی تو سابقہ حکم کو (انہوں نے) کیوں فراموش کر دیا۔ خدا بھلا کرے یہ شعر کہنے والے کا۔

ناکامی و کامیابی ماسہل است

لغاث اولئے بے روشی (۳) می رنجیم

۔ ہماری کامیابی اور ناکامی معمولی بات ہے

(لیکن) ہمیں دکھ بے ضابطگی کی اداسے ہوتا ہے

خیال میں آنے والی باتوں میں سے عجیب ترین یہ ہے کہ وہ امر کہ جو فلاں بیک کی رسوائی اور بدنامی کا باعث ہوا تھا یعنی رشوت ستانی، آجکل اس شخص کے دور میں کہ میں جس کا مارا ہوا ہوں اس قدر عام ہو گیا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ نواب گورنر بہادر اس طرف توجہ کیوں نہیں دیتے اور خلق خدا کو اس ظالم کے پنچے سے نجات کیوں نہیں دلاتے۔ دوسرے اس اتفاق کی آگ سے سلگ رہا ہوں کہ کلکتے کے دوستوں مثل نواب علی اکبر خان و مولوی دلایت حسن صاحب درائے رتن سنگھ سیمہ و جناب احمد بیک خان نے دو مہینے سے مجھے ایک سطر نہیں لکھی ہے۔ سواب کیا کروں اور اداوے صرف نظر کرتے ہوئے کس سے اطلاع حاصل کروں اور کس طرح معلوم کروں کہ اس علاقے کا کیا احوال ہے۔ میرا زور تو آپ پر ہی چلتا ہے اور آپ کو میں نے صرف آج ہی نہیں بلکہ پہلے دن سے ہی صاحب دل اور روشن

۱۔ متن میں "پردہ ازدوائی" ہے۔ ترجمہ "پردہ ازدوائی" کے قیاس پر کیا گیا ہے۔

۲۔ سہاجی کے معنی ہی بدگوئی اور غلط خوری کے ہیں۔ اس کے ساتھ ہڈ کالا حلقہ داخل ہے۔

۳۔ متن میں "بے روشی" ہے جبکہ درست "بے روشی" معلوم ہوتا ہے۔

غیر گردانا ہے۔ خدا کے واسطے اور اس محبت کے واسطے سے کہ میرے اور آپ کے درمیان ہے رحم کیجئے اور مختصراً تمام احوال کہ جو آپ کو معلوم ہو مجھے لکھیے کہ دل شکستہ کو سکون ملے۔ والسلام۔

خط (۱۲)

قبلہ دیدہ دل خدا آپ کو سلامت رکھے

میں حیران اس امر پر ہوں کہ ایک اقبال مند جواں سال حاکم کی اچانک موت میں کیا حکمت تھی اور قضا و قدر کے دفتر اعلیٰ کے کارکنوں کو اس واقعہ سے کونسا عظیم نتیجہ نکالنا منظور تھا۔ اب معلوم ہوا کہ غالب بد بخت کی امید کو سیلابِ فنا میں بہا دینا مقصود تھا اور اس کی صورت نہیں نکلتی تھی بجز اس طوفانِ ہوش رہا کے ظہور کے۔ اس ابہام کی وضاحت یہ ہے کہ اس خراب آباد کے حاکم نے کہ جسکو فرانسس ہاکنس کہتے ہیں فیروز پور کے جاگیردار کے ساتھ رشتہ محبت و الفت باندھ کر یہ چاہا کہ مجھے مرواڈالیں۔ (لہذا) اپنی مرضی کے مطابق ایک رپورٹ مرکزی دفتر بمبھوادلی۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ اختیار بالا ایک انصاف پسند فرشتہ خصلت حاکم کے پاس ہے جو انصاف پر کمر بستہ ہوگا اور رپورٹ کی اصلاح کرے گا۔ (لیکن) اتفاق یہ ہوا کہ رپورٹ کے پہنچنے کے پانچ دن بعد میرے مرکز امید کو موت نے آلیا اور اسکی جہاں مین آنکھ بند ہوگئی۔ اب یہ نہیں معلوم کہ رپورٹ پر کیا کاروائی ہوئی۔ آپ کو یاد ہوگا کہ رخصت ہونے کے دن میں اپنی معروضات کی فہرست پیش کر کے روانہ ہوا تھا اور چاہتا تھا کہ (میری معروضات) رپورٹ کو سامنے رکھ کر ملاحظہ کی جائیں۔ (لیکن) وہ بھی مکان

عدم کے نہ خانے میں بیٹھی رہ گئیں۔ کیا جانوں کہ میرے بڑے نصیب نے وہاں میرے ساتھ کیا کیا۔ اس جگہ اسٹنٹ ریزیدنٹ صاحب نے مجھے بلایا اور کہا کہ مسٹر فرانس ہاکنس صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ ہماری یہ تجویز ہے اور ہم نے یہی حکم دیا ہے کہ نصر اللہ خان کے متعلقین فیروز پور کے چاکیردار کی پیش کی ہوئی سند کے مطابق پانچ ہزار روپے سالانہ جس طرح ماضی میں حاصل کرتے رہے ہیں آئندہ (بھی) پاتے رہیں گے۔ میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی اور اٹھائے حیرت میں پاگل ہو گیا کہ یہ بندہ خدا کیا کہتا ہے۔ اس پانچ ہزار کی بابت تو میں نے خود کونسل کو بتلایا تھا اور اس (رقم کی) مقدار پر اپنی ناراضی کا اظہار کر کے ہی تو میں نے فیصلے کا طلبگار ہوں۔ سابقہ کونسل کی تجویز کا کیا ہوا اور مرکزی دفتر کے حکام کو کیا پیش آیا۔ کرل ماٹکم صاحب کی سند پر مندرجہ دس ہزار روپے کون لے اڑا؟ خدا کی قسم اس وقت شش جہت سے چارہ جوئی کے دروازے بند ہیں اور دنیا مجھے اپنی مخالف نظر آ رہی ہے۔ میں نے چاہا ہے کہ ایک عرضداشت نواب گورنر جنرل بہادر کے ذریعے سیمن فریزر بہادر کی خدمت میں ارسال کروں تاکہ اُس کا ترجمہ کونسل کی نظر سے گزرے اور صاحبان صدر کو میرے احوال کی خبر ہو اور اس کام میں مولوی صاحب اور آپ کی عنایت چاہیے کہ کام رواں ہو جائے۔ چونکہ ڈرتا ہوں کہ اُس بزم میں بھی ایک ظالم میرے خون کا پیاسا ہے، امید کرتا ہوں کہ مولانا کی خدمت میں آپ خود بھی اپنی جانب سے عرض کر دیں گے کہ اسد اللہ رحم کا سزاوار ہے اور آپ کا غلام و خدمت گار ہے۔ دشمن کے بالتقابل کوشش یہ کرنی چاہیے کہ اس کی عرضداشت انگریزی میں ترجمہ ہو کر کونسل میں پیش ہو جائے۔ بلکہ اس کا کچھ ابتدائی حال صاحب

سکرٹری کے بھی گوش گزار کرونا چاہیے تاکہ ایک ناکام کا خیال کریں اور ایک داماندہ کو بچائیں۔ فقط۔

مخط (۱۳)

قبلہ من:

جب میں نے سنا کہ آپ کلکتہ پہنچ گئے ہیں تو خدا کا شکر ادا کیا اور اللہ تعالیٰ کا سپاس ادا کیا۔ میں اپنی صفائے ارادت پر ناز کرتا ہوں کہ جناب کے محبت نامہ کے نہ آنے کو بیگانگی اور فراموشی پر محمول نہیں کیا ہے اور آپ کو معاف رکھا ہے۔ کونسل کی عدالت میں میری عرضداشت کے پیش ہونے اور جاگیردار فیروز پوری کی پیش کردہ اصل سند کی ظلی یا دوسرے (متعلقہ) حالات کا آپ کو علم ہوا ہوگا بلکہ اس سند کے پہنچنے اور اس خط کے درود سے پہلے مصنفین کی تجاویز کا اندازہ بھی آپ کے ملازمان اعلیٰ کے لیے نظر افروز ہوا ہوگا۔ یہ معلوم کر کے کہ نواب گورنر بہادر گیا رحویں اکتوبر کو ہندوستان روانہ ہو گئے ہیں اور پرنسپ صاحب نے محکمہ سکرٹری میں فتحپوری کے ساتھ قدم رکھا ہے ایسی حیرت میں ڈال دیا ہے کہ جس کی گتھی سرکاری اہلکاروں کی توجہ کے باطن کے کھولنے کے لائق ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ مستقل یہ خبریں آتی رہیں اور عوام میں پھیل گئیں کہ فارسی اور انگریزی کے دفاتروں میں الحاق ہو گیا ہے اور ان دونوں دفاتر کی افسری کے لیے مسٹر سوکن بہادر کا فیصلہ ہوا ہے۔ اس صورت حال میں جناب سکن فریزر بہادر کو کیا پیش آیا اور ان کی ذات بابرکات اب کس دربار میں رونق افروز ہوئی۔ دوسرے یہ کہ صاحبان والا شان میں سے ایک نے بتایا کہ کرنل الماک

اس جہان سے کوچ کر گئے۔ مرزا ابوالقاسم خان اور آغا محمد حسین کے حال پر افسوس اور اس سے بڑھ کر اپنی زندگی پر افسوس کہ فلاں بیک کھلتے میں آگ بھڑبھڑانے میں مصروف اور میں اس شہر بے شہریار میں پتھروں سے سر پھوڑ رہا ہوں اور ناکامی میں جان دے رہا ہوں۔ کوئی میری آہ دہکا نہیں سنتا۔ کیا کہوں اپنے نصیب سے کس قدر شاکس ہوں اور جھوم غم نے مجھے کیسا بد حال کر دیا ہے۔ ایک مخلوق میرے آزار کے درپے ہے اور ایک دنیا میرے خون کی پیاسی ہے۔ اگر آپ کا پور بچ گئے ہیں اور اپنے دولت خانے میں آسودہ ہیں تو خدا کے واسطے کھلتے کا حال مفصل لکھئے۔ والسلام۔

خط (۱۴)

قبلہ من

آپ کے نامہ دل فزا کے درود نے روح کوتازگی سے نوازا اور دل کو نور علم سے منور کر دیا۔ مجھے آگئی ہوئی کہ میں بے کس نہیں ہوں۔ میرا بھی کوئی ہے۔ خدا آپ کو سلامت رکھے اور آپ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہیں۔ آپ کی اپنی ذات اور کارخانوں کی بے رونقی کے باعث دل کو یک گونہ ملال ہوا۔ خدائے بخشنده آپ کو کہ (اپنے) عہد کے نیکوں میں سے ہیں بلند مراتب پر پہنچائے اور جس قسم کا انقلاب بھی رونما کیوں نہ ہو تازہ ترقی پر فائز گردانے۔ امید کرتا ہوں کہ جناب عالی دنیا کے خوش اور ناخوش کو اس کا اعتبار دیکر اپنا چہرہ خلق خدا کی طرف اور دل اللہ کی جانب رکھیں

کے۔ خدا کی قسم کہ جب کبھی آپ کی کثرتِ اخراجات اور حالاتِ زمانہ پر نظر پڑتی ہے تو دل آپ کے لیے جلتا ہے۔ خاص طور پر جس وقت میں اس سفر کے مصائب و شدائد کا جو آپ نے کیا ہے جائزہ لیتا ہوں۔ لیکن خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ خیریت کے ساتھ اپنے دولت خانے پہنچ گئے اور راستے کی صعوبت تمام ہوئی۔ دوسرے گرامی نامہ کے لکھے ہوئے حالات پورے طور پر معلوم ہوئے۔ اپنے بارے میں میرا یہ خیال ہے کہ میں محروم نہ رہوں گا اور میری دادبری ہوگی چونکہ میں صرف حقیقی حق کے ظہور کا طلبگار ہوں اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ کتنی بھی تحقیقات کیوں نہ ہو مطلب کے مطابق اور میری آرزو کے حق میں ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے شروع ہی میں سرکار کے دفتر کو گواہ بتایا ہے اور مرکزی دفتر کے حکام نے جناب مالکم صاحب بہادر کے خط کو محکمہ ریزیلنٹی دہلی میں بھیج دیا ہے اور میری پرورش کے اخراجات کی مقدار اس تحریر کے مطابق متعین کی ہے۔ بہر طور معلوم ہونا چاہیے کہ چونکہ مرکزی دفتر کے حکام نے مدعی علیہ کی ارسال کردہ سند کو مالکم صاحب کے پاس بھیج دیا ہے مذکورہ چٹھی کو بھی اس سند کے ساتھ ہی بھیج دیا ہوگا۔ یہ صورتِ احوال میرے لیے خوش خبری ہے کہ میرا داغ مرہم نک اور میرا مرض دوا تک پہنچ گیا۔ یہاں مشہور ہے کہ مالکم صاحب بہادر ولایت چلے گئے ہیں۔ شاید ابھی روانہ نہ ہوئے ہوں جو کچھ مرزا احمد بیگ صاحب قبلہ و کعبہ کی جانب سے تحریر تھا گوشِ ہوش کا آویزہ بن گیا۔ جناب عالی میرا حال نہ پوچھنا اور مرزا صاحب کے دعوے کے مطابق حکم صادر کر دینا مقدمہ کا ایک طرف فیصلہ ہے اور یہ محبت کے قانون کے خلاف ہے۔ پہلے تو میں یہ عرض کروں کہ میں مرزا صاحب کو کس قدر

چاہتا اور ان کا کیا مرتبہ سمجھتا ہوں۔ اور اس کے بعد اپنی شکست دہلی کے سبب کی وضاحت کروں گا۔ میرا خدا بہتر جانتا ہے اور مجھے اس کے عظمت و جلال کی قسم ہے کہ میں احمد بیگ خان کو بغیر کسی گلی لپٹی کے نصر اللہ بیگ خان کی طرح اپنے بزرگوں میں سے شمار کرتا ہوں اور میرزا کے سامنے اپنے اور حامد علی کے درمیان فرق نہیں کرتا۔ اور کبھی بھی کوئی ایسی بات کہ دوسو سے کا باعث ہوا احمد بخش خان کی طرف سے میرے گمان کے قریب بھی ہو کر نہیں گزری۔ میں نے اس قدر سمجھ لیا ہے کہ جب میں ٹکلتے میں نہیں ہوں تو فلاں بیگ نے میری غیبت میں تنہائی میں اور سر بزم اپنے مطلب کے موافق باتیں کی ہوں گی۔ اور اپنی بہن کے چودو یعنی حاجی فلاں کو احباب کے بیچ اونچی قیمت پر فروخت کیا ہوگا۔ اور اس کو لوگوں کی نظر میں با وقعت بنا کر سراہا ہوگا۔ اور مرزا صاحب نے اس کی بے سرو پا کہانیوں پر یقین کر کے اور کچھ نہیں تو اس قدر ضرور سوچ لیا ہے کہ خواجہ حاجی فلاں کا استحقاق بنتا ہے اور اسدا اللہ ظلم کر رہا ہے اور چاہتا ہے کہ تلمیس حق کرے اور حقوق کے تلف کرنے میں کوشاں ہو۔ حالانکہ واللہ باللہ شہ جلالہ۔ ایسی بات نہیں ہے۔ بلکہ سچی بات یہ ہے کہ میں نے حاجی فلاں اور فلاں بیگ کا مکمل حال نہیں بتایا ہے۔ اور مصلحت نے مجھے ان کہانیوں کے سنانے سے روک رکھا ہے ورنہ حاجی فلاں نے تو نصر اللہ بیگ خان کے خاندان کے ساتھ وہ (سلوک) کیا ہے جو یزید نے آل رسول سے۔ (یہ بات) صرف میں تنہا نہیں کہہ رہا بلکہ دنیا اس دعوے کی گواہ ہے۔ دہلی سے اکبر آباد تک ایک لاکھ آدمی اس دور میں (ایسے) ہیں کہ جو کچھ کہ میں کہہ رہا ہوں اس سے واقف ہیں۔ قصہ مختصر ان وسوس کے باوجود کہ جو مجھے فلاں

بیک کی طرف سے تھے میرا دل مرزا بیک سے کھٹا نہیں ہوا تھا۔ لیکن جب فلاں بیک نے اپنے خواہر زادوں کی طرف سے اپنے حق میں سفارش اور کھسوالی اور کونسل میں فساد کی کروا ڈھائی اور مجھے یہ ساری باتیں باہر سے معلوم ہوئیں تو میں نے کہا کہ بھلا اس کا کیا امکان ہے کہ مرزا صاحب ان تمام امور سے واقف نہ ہوں اور یہ علم ہوتے ہوئے انہوں نے مجھے کیوں نہ آگاہ کیا؟ سخت مایوس ہوا اور میں نے کہا :

دل بر جفا خیم کہ بجز صبر چارہ نیست

انکوں کہ دوست جانب دشمن گرفتہ است

(ترجمہ) میں جفا پر راضی ہوتا ہوں کہ بغیر صبر کے چارہ نہیں ہے

ان حالات میں کہ دوست (ہاں) دشمن کا طرف دار بن گیا ہے

اللہ کا شکر ہے کہ میں قول کا سچا ہوں اور میرے دل اور زبان میں ہر بات میں یکا نکلت رہی ہے۔ میں نے اپنی محبت اور اس محبت کے درجے کو کہ مرزا صاحب سے مجھے رہی ہے، ٹھیک ٹھیک بیان کیا ہے اور وہ شکوہ بھی کہ جو میرے دل میں ان کی طرف سے تھا معاہدے گمان کے بے کم و کاست بیان کر دیا ہے۔ اب اگر طریق مہر و وفا کے مطابق میں خطا کار اور مجرم ٹھہرتا ہوں تو مجھے سزا ملنی چاہیے اور اگر میں رحم کا سزاوار ہوں تو مجھے میری تقصیر کی معافی کی نوید (ملنی چاہیے)۔ میرا پورا حال مرزا صاحب کی خدمت میں بیان کر کے کہا جاسکتا ہے کہ خدا کی قسم میں آپ کو اپنا سگا بیچا اور بزرگ معنوی سمجھتا ہوں اور مجھے خطا کے دیر سے پہنچنے کی شکایت نہیں ہے بلکہ میں اس خیال سے پریشان

اس متن میں ”دشمن“ لکھا ہے۔ جو بیاق و سباق کے مطابق نہیں معلوم ہوتا۔ بہر صورت مفہوم سفارش کا ہی نکلتا ہے۔

اور اس گمان میں گرفتار ہوں۔ اور قسم بخدا کہ جب کبھی کہ وہ شکایت کے وجود پر نظر ڈالیں گے تو میری بچائیت، راستہ بازی، صاف دلی اور پاک ہالنی خوشتر (۱) سے پیشتر ظاہر ہوگی۔ زیادہ نیاز۔

خط (۱۵)

میرا سراپا آپ کے سراپے پر قربان ہو جائے۔
 بہت دنوں سے آپ کے دلخواہ خطوط نہیں پہنچ رہے ہیں اور مجھے شکستہ خاطر کر رکھا ہے۔ بلا غروب مبارک اوصاف اس جگہ آ پہنچے اور مجھے دوسرے حاکموں کے شکبے سے چھڑا دیا۔ اس احوال کی تفصیل احمد بیگ خان کے نام کے خط میں کہ اس میں بھی ضمنی طور پر روئے سخن آپ کی طرف ہے، تحریر کر دی گئی۔ غالباً آپ کی رائے عالی سے آگاہ ہو گئے ہوں گے۔ لیکن جو کچھ بھی لکھا گیا ہے، بگو اس ہے اور جو کچھ اب لکھا جا رہا ہے وہ راز ہے۔ جو تحریر کیا جا چکا ہے، وہ خبریں ہیں اور جو رقم کیا جا رہا ہے وہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش ہے۔ ظاہر ہے کہ پریشان حال غرض مند صرف خبروں سے مطمئن نہیں ہوتا بلکہ زیادہ سے زیادہ آگاہی حاصل کرنے میں الجھا رہتا ہے۔ نواب جہانیاں مآب کا التفات ارکان کونسل کی توجہ کی غمازی کرتا تھا۔ یقیناً اگر میرا اتحقاق کونسل عالیہ پر ثابت نہ ہوتا تو کونسل کارکن رکیں میری طرف محبت سے نہ دیکھتا اور میرے حال زار کی طرف اتنی توجہ نہ کرتا۔ خدا کے واسطے اس ضمن میں کوشش کریں اور اندر کی بات معلوم کریں اور اس سے مجھے آگاہ کریں۔ آخر کاغذوں کی یہ

۱۔ اصل یہ "پیشتر از پیشتر" ہے جو علامہ اعظم ہو کر "پیشتر از پیشتر" ہو گیا ہے جو متن میں ہے۔

تیار اور لشکر کو ان کی ترسیل اُس دنیا کی باتیں تو نہیں کہ انسان سے پوشیدہ رہ سکیں۔
سننے میں آ رہا ہے لشکر بچے پور نہیں جائے گا اور سیدھا جمیر چلا جائے گا۔ اس سے بڑھ
کر یہ کہ لوگ کہتے ہیں گورنر بمبئی وہاں پہنچ رہا ہے اور آسمان جہانباں کے یہ دونوں
ستارے (ایک برج میں) جمع ہو کر تجویز شدہ نئے قوانین کو گہری نظر سے دیکھیں گے
اور ایک دوسرے کے تعاون سے اُن کے اجرا کا بندوبست کریں گے۔

خط (۱۶)

خدا آپ کو سلامت رکھتے اور طویل عمر دے
میرے محسن اگر عنایت کے بدلے میں آپ کی تعریف کروں اور ہر
مہربانی کے لائق اس کا شکر یہ بھی ادا کر دیا جائے تو سلسلہ سخن کہیں منقطع نہیں ہوگا اور
دوسرے مطالب کے اظہار کی گنجائش نہیں رہتی۔ ناچار اس گفتگو کو میں نے کام و زبان
سے دل و جان کے سپرد کر دیا ہے اور اپنے آپ کو آپ کی جگہ تصور کیا ہے۔ اے میری
زندگی اور اے میری جان! اپنی زندگی اور آپ کی جان کی قسم کہ اس زار تالی اور قضیہ
آرائی سے میرا مطلب سچی بات کا ظاہر کرنا ہے نہ کہ مصلح کاری کی باتوں کا جمع کرنا۔
انصاف بالائے طاعت۔ اپنی جیب سے کوئی سند نہیں نکالی ہے اور کوئی دستاویز بھی
اپنی عرضداشت کے ساتھ پیش نہیں کی ہے۔ اب تو یہ ارادہ ہے کہ اگر حکام حقیقت
سے چشم پوشی کرتے ہیں تو فقیروں کی طرح ان کے دروازے پر پہنچ کر اپنا درد دل ایسے

۱۔ متن میں ”منقطع نہ شود“ ہے ظاہر ہے اس میں ”نہ“ زائد ہے۔

لجن میں ادا کروں کہ ہوا میں اڑتے پرند اور پانی کی مچھلیاں بھی میرے حال (زار) پر رونے لگیں۔ ادھر ادھر کی خبروں سے تفسن طبع کے لیے ایک نمونہ پیش کرتا ہوں۔ نواب اعلیٰ القاب میرے مقدمے کے کاغذات محکمہ ریزنڈنسی سے اپنے ساتھ لے گئے اور اب انہوں نے مجھے سے وہ کاغذات (بھی) کہ جو مجھے میں موجود تھے وہاں سے طلب کئے ہیں۔ فرماتے تھے کہ کلکتے سے کاغذات کے پہنچنے کے بعد مسل کو ترتیب دے کر اور مناسب حکم کا اجرا کر کے اس حکم کی نقل دفتر خاص سے دادخواہ کو ارسال کر دی جائے گی اور ان تمام منازل کا انکشاف دسویں دسمبر کو ہوا ہے (لیکن) آج تک کہ مارچ کی چند رھویں ہو گئی ہے اس ضمن میں کچھ بھی ظاہر نہیں ہوا ہے کہ جس کی اطلاع دی جاسکے۔ اور نہ ہی کمپ دفتر سے کوئی خبر آئی ہے کہ بتائی جاسکے۔ وہ احباب کہ جو کمپ دفتر میں ہیں اتنا بھی نہ کر سکے کہ کاغذات کے پہنچنے اور مسل کے مرجع ہونے کی اطلاع ہی دے دیئے (عرضداشت) قبول ہو جانے اور توقعات کی خوش خبری تو پھر دور کی بات ہے۔ اس سر زمین کی پراگندہ خبروں میں یہ کہ ہارلس بہادر سپہ سالار دہلی پہنچ گئے اور انہوں نے کشمیری دروازے کے باہر ایک میدان میں کہ نواب گورنر بہادر کی خیمہ گاہ تھا پڑاؤ ڈالا اور مارچ کی دسویں کو بختے کے دن یہ تین صاحبان شاہ دہلی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہارلس بہادر سپہ سالار گورنر مایم مارٹن بہادر ریسڈنٹ دہلی اور ولیم فریزر کسٹرن دہلی۔ ان سب میں سے سپہ سالار کو عطاء خلعت مانی مراتب اور نوبت جیسے سپہ سالاری کے لوازمات سے سرفراز کیا گیا۔ اور مختتم الدولہ سیف السلوک خان عالم خان بہادر سپہ سالار سر ایڈورڈ ہارلس بہادر شجاعت جنگ خطاب پایا۔ اور دوسرے دن اتوار کے روز میرٹھ روانہ ہو گئے۔ دوسرے ولیم

مایم مارٹن بہادر کو خلعت شش پارچہ اور عطر و پان بطریق رخصت عنایت ہوا اور وہ رخصت ہوا۔ کل اتوار کے دن شام کے وقت ڈاک (تیز رو) پاگلی میں اندر چل دیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ اندور کی اجنبی پر تعینات ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ولیم فریزر بہادر کشنر دہلی کو خلعت عطا ہوئی اور مدبر الدولہ انتظام الملک صفوت یارخان ولیم فریزر بہادر صلابت جنگ کے خطاب سے نوازا گیا۔ کہتے ہیں کہ دہلی کی ریز یڈنی کشنر دہلی کو دیدی گئی۔ اب یہ دونوں فرائض ایک ہی صاحب والا شان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ریز یڈنی کا عملہ بدستور ہے۔ تاہم تحریر کسی قسم کی چھانٹی یا تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے۔ یہ مشہور ہے کہ اب راجگان کا تعلق اس شخص سے ہوگا کہ جوا جمیر میں (مقیم) ہے اور وہ بھی اس طریقے سے کہ سننے والے اس معاملے میں لاچار ہو گئے ہیں یعنی مہاراجہ صرف جمیر کا ہوا کرے گا اور باقی ماندہ راجگان میں سے کچھ دہلی سے وابستہ ہوں گے۔ اور ان میں ایک جماعت ایسی ہے کہ جن کے احوال سے لوگ پریشان ہیں (سوان کو) نہ ہی دہلی سے متعلق سمجھتے ہیں اور نہ جمیر کی جانب ہانکتے ہیں۔ دوسری خبر یہ ہے کہ نواب

عالی جناب چودہ مارچ کو متھرا پہنچے ہیں اور آج پندرہ مارچ تک اس ہی جگہ آرام پذیر ہیں۔ اور کل کہ سولہ مارچ ہے کوچ کریں گے اور منزل پہ منزل سفر کرتے چوہیں مارچ کو دہلی پہنچیں گے۔ معلوم اس واپسی کا کیا مقصد ہے۔ کہتے ہیں کہ اس مرحلے پر شاہ دہلی سے ملیں گے۔ اور دونوں طرف کی گرد و لال بیٹھ جائے گی۔ دوسرے کہتے ہیں کہ نواب عالی جناب دو تین دن دہلی میں قیام کر کے ملک کی بے انتظامی کا ازالہ کریں گے اور نئی بنیادیں رکھیں گے مناسب احکامات جاری کریں گے اور راجستھان کے لیے کوئی نیا طریق انتظام اختیار کیا جائے گا۔ اور جنرل لارڈ لیک بہادر کے عہد کے

جاگیرداروں کو محاسبہ کے فکٹے میں کھینچا جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ اس عرصے میں میراج (۱) خوابیدہ بھی تسلیم کر لیا جائے اور میری انصاف طلبی صحیح ذکر پر آ جائے۔

(خط ۱۷)

یہ نیم جان کہ مجھ میں ہے آپ کے سراپا پر قربان ہو جائے

میں نے یکے بعد دیگرے دو خط آپ کو بھیجے ہیں۔ پہلے خط میں تو ایک تدبیر بتائی ہے اور دوسرے میں اس ہی تدبیر کی بنیاد فراہم کی ہے۔ جب کام میں نے آپ کے حوالے کر دیا اور اس کی چارہ جوئی میں آپ مجھ سے زیادہ طاقتور اور کاربر آری میں مجھ سے زیادہ عقلمند ہیں تو میں کیوں بکواس اور ہرزہ گوئی کرتا رہوں۔ جو رائے میں نے دی ہے اور جو دھماکا میں نے بٹا ہے خدا کرے کہ آپ کی عقل روشن اور فکر رسا اس کو سعادت کے ساتھ قبول کر لے۔ جناب من آج جمعہ اپریل کی حیرتوں تاریخ ہے۔ خط لکھنے کا غد اور روشنائی استعمال کرنے اور انشا آرائی کی اتنی مہلت ملی ہے کہ دل کی بات کا غد پر تحریر کر کے نوک قلم کو تھکا رہا ہوں اور روئے صفحہ سیاہ کر رہا ہوں۔ واضح ہو کہ نواب اعلیٰ القاب بتاريخ ۲۶ مارچ اس شہر میں پہنچ کر اندرون شہر ریزیدنٹی کی کوٹھی میں اترے ہیں۔ اور دو روز بعد لشکر اور لشکر کے بازار کو اٹھ جانے کی اجازت دیکر لوگوں کو چھٹی پر روانہ کر دیا ہے۔ مولوی محسن صاحب راقم کے نمکدہ میں دو دن اور رات گزار کے اور اپنی پسند کے مطابق ریزیدنٹی کی کوٹھی کے نزدیک اپنی پسند کا ایک

۱۔ متن میں "طوبی خوابیدہ من بیدار گرد" ہے۔ بہارِ نعم کے مطابق خونِ غلغلہ کے معنی ہیں وہ خون بہا جو فراساں کر دیا گیا ہو۔ غالب نے بھی اپنے حق کو ایسے غلوں بہا سے تعبیر کیا ہے۔

مکان کرایے پر لیکر چلے گئے ہیں۔ میرا احوال یہ ہے کہ اب اہل دفتر سے معلوم ہوا یعنی یہ کہ پرنسپ صاحب نے غالبؒ سرگشتہ کے مقدمے کے کاغذات مرکزی دفتر کے حکم کے مطابق جمع کر کے مسل مرتب کر لی ہے۔ لیکن وہ سارے کاغذات تاحال طاق نسیاں پر گلدستے کی صورت ہیں۔

خط (۱۸)

میری ضرورتوں کے قبلہ اور میری تمناؤں کے مرکز خدا آپ کو سلامت رکھے۔
 آپ کا گرامی نامہ پہنچا اور مرزا احمد کی دائمی جدائی کی خبر پہنچائی۔ سبحان اللہ میں کس قدر سخت دل اور سخت جان ہوں کہ مرزا احمد کی تعزیت کا خط لکھ رہا ہوں اور میرے وجود کے اجزا بکھر نہیں رہے۔ کہتے تھے کہ دہلی آؤں گا۔ وعدہ فراموش بے مروت نے راستہ ہی بدل دیا اور ناقہ کو دوسری منزل کی طرف ہانک دیا۔ مانا کہ دوستوں کی دل دی عزیز نہ تھی بھلا اپنے خور و سالوں کی طرف توجہ کیوں نہ کی اور ان کے سر سے اپنا سایہ کیوں اٹھالیا۔ ہائے اس کے دوستوں کی بے یاری اور افسوس اس کے بچوں کے بے پدری۔ ہر چند مرگ پر داویلا نہیں کیا جاسکتا اور جامہ زندگی کے تار و پود کے بکھرنے کا کوئی علاج نہیں لیکن انصاف بالائے طاعت! ابھی احمد بیگ مرحوم کے مرنے کا وقت نہیں تھا۔ (بھلا) اتنا صبر کیوں نہ کیا کہ میں کلکتہ پہنچ کر اس کا چہرہ دوبارہ دیکھ لیتا۔ اتنا تامل کیوں نہ کیا کہ حامد علی جوان ہو جاتا اور کام اس کی عقل کے مطابق چل نکلتا۔ ہائے یہ کیا بکواس کر رہا ہوں اور یہ کیا قصہ ہے کہ سنار باہوں اور (قرآن) ”جب ان کی اجل آتی ہے تو نہ ایک گھڑی آگے ہوتی ہے اور نہ ایک گھڑی

پیچھے۔۔۔ مجھے اپنی اور اپنے ایمان کی قسم کہ مرحوم کے کاروبار کی یہ ساری خرابی باوجود اس
 بعد مسافت کے میری نظر میں ہے۔ اور یہ (بھی) دیکھ رہا ہوں کہ حامد علی خان کم
 عمر ہے اور ہو سکتا ہے کہ عظیم باپ کی مالی حیثیت کے علم سے اور ادھر ادھر بکھری ہوئی
 رقوم کے جمع کرنے کی استعداد نہ رکھتا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب وہ سرمایہ جمع
 کر لے تو اپنے زیر دستوں پر ظلم کرے اور اپنے بھائیوں کو بیکار اور ناکارہ چھوڑ
 دے۔ ان حالات میں لازمی ایک ایسا عقلمند اور حق شناس امین چاہیے کہ جو مسئلہ کا حل
 تلاش کر سکے اور جو ان بے باپ کے بچوں کی غم خواری اپنا فرض سمجھے اور انصاف و
 امانت داری کے طریقے سے اس وادی میں گامزن ہو۔ اور دستوں میں سے کوئی شخص
 ان تمام خصائص کا حامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خود میرزا مرحوم کے اعزاء اور اقربا
 میں سے نہ ہو۔ میرا خیال ہے کہ فشی امیر صاحب اس ضمانت و کفایت کے لائق ہیں
 چونکہ حامد علی خان کی والدہ سے ان کا سببی رشتہ ہے۔ چنانچہ آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ
 میرزا مرحوم عظیم اور کام سمجھنے والے آدمی تھے۔ قوی امکان ہے کہ کسی قابل اعتماد شخص کو
 وصی بنا کر سارے امور کسی امین کی ضمانت کے سپرد کر دیے ہوں۔ خدا کے واسطے ان
 لوگوں کی بچاؤ کی نظر رکھیے اور ان سے غفلت نہ برتی جائے۔ خدا کی قسم کہ احمد بیگ
 خان کے پس ماندگان کی خنوخواری عین فرض اور فرض عین ہے آپ پر بھی اور مرزا
 ابوالقاسم خان پر بھی۔ اللہ تعالیٰ حامد علی خان کی والدہ کو شفا عطا فرمائے اور بے باپ
 کے بیٹوں پر سلامت رکھے۔ حکیم قاسم خان اور مرزا احمد بیگ خان کی بہنوں کو چارو
 ناچار اطلاع دیدی گئی۔ (انہوں نے) بیماری کی حالت میں کونسی عیادت کی رسم ادا کی
 تھی کہ اب تعزیت کا حق ادا کریں گے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ دہلی کے لوگوں کی فطرت

میں حیا و شرم نہیں ہے۔ اُس خط کا جس کے ذریعے میرزا کی طبیعت کی خرابی کی اطلاع دی تھی جواب لکھ دیا ہے اور حکیم صادق علی خان کے پاس خود جا کر میں نے آپ کے نام کا خط ان کے حوالے کیا ہے اور تاکید کر دی ہے کہ جب آپ میرزا کو خط بھیجیں تو یہ خط بھی اُس ہی میں رکھ دیں۔ چند دن کے بعد پوچھنے پر معلوم ہوا کہ حکیم صاحب نے میرزا کی بہن کو ان کی بیماری کا حال بھی نہیں بتایا ہے پر سش حال اور عیادت تو دور کی بات ہے اور چونکہ خود کوئی خط میرزا کو نہیں بھیجا ہے تو بھلا وہ خط کہ آپ کے نام نای کا تھا اس کو کون پوچھتا ہے۔ خون میں تڑپتے ہوئے اور اس خیال کے ڈر سے کہ آپ اس روسیہ کو کوتاہ قلم اور بے پروا خیال کریں گئے لرزتے ہوئے چاہتا تھا کہ ایک اور ورق بھی اپنے چہرے کی طرح سیاہ کر دوں اور آپ کو علیحدہ بھیجوں کہ اتفاق سے گیارہ شوال جمعرات کے دن صبح کے وقت سو کر اٹھا اور ہاتھ منہ بھی ابھی نہیں دھویا تھا کہ ڈاکیہ آیا اور اس نے مجھے آپ کا خط دیا۔ اس خط کے آنے کی ہیبت سے میرا دل خود بخود کاچنے لگا گویا میرے دل میں کسی نے یہ بات ڈال دی ہو کہ میرزا احمد کا انتقال ہو گیا۔ ڈرتے ڈرتے میں نے خط کھولا اور وہی نظر آیا جو میں سمجھ گیا تھا۔ اللہ بس باقی ہوں۔ مرزا ابوالقاسم کی خدمت عالی میں سلام کہ جو ایک غم زدہ دوسرے غم زدہ کو اور پیام کہ جو ایک ماتم زدہ دوسرے ماتم زدہ کو بھیجتا ہے پہنچائیں۔ اور کریم خان صاحب کو سلام عرض کریں اور میری جانب سے سلام کے بعد بہت سی پرسش احوال کریں۔ دل کے سوز و گداز کے اظہار کے بعد کہ وہ بھی بے صبری کی نشانی اور انسانی ضرورت ہے اب دنیا داری کی بات کی جاتی ہے اور موت کے غم کی تفصیل کے بعد غم زندگی کی حکایت بیان کی جاتی ہے۔ سبحان اللہ زندگی گریز پا موت گھات میں فرصت نایاب

حیات مختصر اور دل ہوس سے بڑے اور دماغ حرص سے مامور اور ہم موت سے غافل۔
اللہ۔ اللہ۔ اللہ۔ پندرہ مارچ جمعرات کے دن لکھا گیا۔

خط (۱۹)

میری جان آپ پر قربان

میں آپ سے (۱) یہ چاہتا ہوں کہ آپ حامد علی خان اور مرزا احمد بیگ کے دوسرے بیٹوں کا حال لکھیں۔ حامد علی خان نے مجھے خط لکھا ہے جس میں سوائے نالہ و فریاد کے (اور کچھ نہیں)۔ نہ اپنا اور نہ اپنی والدہ کا کچھ حال لکھا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ مجھے خان صاحب مخدوم اور مظہر اشتیاق سے خطاب کیا ہے اور وہی القاب کہ مرزا (مرحوم) لکھتے تھے تحریر کیا ہے۔ افسوس۔ افسوس۔ ع۔ عرفی چند نصیب کہ پاراں رہند۔

(ترجمہ) عرفی تو کیسا بیضا ہوا ہے جب کہ (خیرے) دوست جا چکے ہیں۔ حیری جان کی قسم کہ میرا دل دنیا سے بھر چکا ہے اور اب (۲) سیر و سیاحت کی طرف مائل ہے۔ اس تاک میں ہوں کہ یہ مقدمہ بازی ختم ہو تو یکدم اس قید سے نکل بھاگوں اور بے سرو پا دنیا میں گھومتا پھروں اور جب تک زندہ ہوں خدا کی صنعت کی نشانیوں کا تماشا کی رہوں۔

۱۔ ”ازم آں می خواہم“ اظہار ارادہ عام۔ ”آپ سے یہ چاہتا ہوں“ کا ترجمہ ہے۔

۲۔ متن میں ”ولم برقتیر و سیاحت گرم گشتہ است“ ”نہجہ درست“ ”ولم بر سیر و سیاحت گرم گشتہ است“ درست معلوم ہوتا ہے۔ ترجمہ اس ہی قیاس پر کیا گیا ہے۔

ہر لکھ دل پہ سوئے بیاہاں کھد مرا

آب دہوائے شہر بمن سازگار نیست

(ترجمہ) ہر لمحے دل مجھے بیاہاں کی جانب کھینچتا ہے شہر کی آب و ہوا مجھے راس نہیں آتی۔

خط (۲۰)

اے میری پناہ اے میرے مخدوم

مئی کی سولہویں تاریخ تھی اور شمعیں اور چراغ جلانے کا وقت تھا کہ چہرہ اسی آیا اور مجھے اجنٹ بہادر کا خط دیا۔ میں نے نقد و نظر کے ترازو پر جانچا تو اس کو شاہتا سے بھی زیادہ قیمتی پایا۔ اب جو لفاظہ کھولا تو دیکھا کہ اس میں جناب ولیم بہادر صاحب کا خط بھی ملخوف ہے۔ اجنٹ صاحب کے خط کا مضمون یہ کہ سکرتھر صاحب کا خط بھی اس کے ساتھ پہنچ رہا ہے جو مقدمے کے فیصلے کی کیفیت کی وضاحت کرے گا۔ سکرتھر صاحب کے خط کا مضمون یہ کہ ہائکس صاحب کی تجویز منظور اور فیروز پور کے جاگیردار کے پیش کردہ کاغذ کی مہر اور دستخط ناقص و نامکمل اللہ بھلا کرے کہنے والے کا۔ ع۔ در۔ خاندان کسری ایں عدل و داد باشد۔ (ترجمہ) کسری کے خاندان میں عدل و انصاف ایسا ہوتا ہے۔

جس رات یہ اعلیٰ خط مجھے ملا اس کی صبح کو اس خبر نے صبح خراشی کی

کہ سولوی ظاہر علی سراغرفسانی کے جرم میں موقوف ہو کر تا بہ اعلان سزا قید ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس بات نے وہ رنگ پکڑا کہ اخبار رنکار رنگ ہو گیا۔ حسد شعار

اہالیانِ دہلی چونکہ مجھے مولوی کا سچا دوست سمجھتے تھے (سوانہوں نے) ایسے رنگ کی آمیزش کی کہ ہر روز دو تین بار کوئی ہرزہ گو میرے پاس آتا ہے اور جو چاہتا ہے اپنی طرف سے گھڑتا اور بیان کرتا ہے۔ دو ہفتے بعد معلوم ہوا کہ لارڈ صاحب نے ناخوش ہو کر اپنے عملے سے جدا کر دیا اور معزول کر کے ان کو ان کے وطن واپس چلے جانے کی اجازت دیدی۔ اپنے غم سے تو دل جلا ہوا تھا (بی) دوست کی تکلیف پر اور بھی کیا ہوسمیا۔ والسلام۔ غشی نصر اللہ کو بعد سلام کے کہیں کہ انشا اللہ ”اذا جانا نصر اللہ والفتح“ آپ کی انگوٹھی کے تئیں کا نقش بنے گا۔

خط (۴۱)

قبلہ بندہ

عمر میں گزر چکی ہیں کہ آپ کے نامہ جانفزا سے جان تازہ نہیں ملی۔ معلوم اس نگاہ حق شناس میں کس جرم پر مرد و ٹھہرا ہوں۔ مہربانی و ناراضی تو محبت کے آئینہ دار ہوتے ہیں اور اہل وفا کے کیش میں ایک دوسرے کے ساتھ اور بھی خوش گوار۔ لیکن آپ کے خادموں کو اپنی نسبت سے جو چیز نظر آئی ہے وہ تغافل ہے۔ اور تغافل کو برداشت نہیں کیا جاسکتا بجز اس صورت کے کہ دل پہاڑ جیسا ہو۔ لیکن قسام ازل سے مجھے یہ عطیہ نہیں ملا ہے۔ آپ کو علم نہیں کہ ان دنوں مجھ پر کیا مٹی اور میرے خشک کانٹے کس بھڑکتے شعلے کے مقابل ہو گئے۔ اگرچہ آپ سماعت سے فارغ ہیں لیکن میں نے گفتگو سے آپ کو نجات نہیں دی۔ سنیں یا نہ سنیں میں تو اپنی کہے جاؤں گا۔ دیدار طلب آنکھ دیکھنے کی ہوں میں اہل ری ہے اور دل بے تاب ہجرت کے

اضطراب میں تڑپ رہا ہے شوق دیدار کو کیا کہوں؟ آنکھ کی پتلی قلم کے پاؤں پر پڑتی ہے کہ مجھے حرف کا ایک نقطہ بنا کر خط میں لکھ دے۔ جس دن سے وہ مہرباں اس عمدہ جگہ رونق افزا ہوا ہے خط و کتابت سے محروم بد نصیبوں کو مفارقت کے دوزخ میں چھوڑ دیا ہے۔ آپ کے احسانات عالی کا کیا ذکر کروں کہ ہر روز میرے تصور کی محفل میں آپ تشریف لائے اور اپنی خیالت کا کیا ذکر کروں کہ میں کبھی آپ کے خیال گرامی کی محفل سے نعمت اندوز نہ ہوا۔

شرمندہ احسان توام کز سر الطاف

ہر روز قدم رنجہ نمائی بہ خیالم

من عذر ز تقصیر خود اے خولجہ چہ گویم

گا ہے بہ خیالت زسم وائے بحالم

(ترجمہ) میں تیرے احسان سے شرمندہ ہوں کہ (تو) مہربانی کر کے ہر روز میرے خیال میں آنے کی زحمت کرتا ہے۔ اے میرے آقا میں اپنی کوتاہی کا کیا عذر پیش کروں (کہ) تیرے خیال تک میری رسائی کبھی نہیں ہوتی۔ افسوس میرے حال پر۔ زیادہ شوق اور بس۔

خط (۱/۲۲)

بنام مرزا احمد بیگ خان

دیکھے دلوں کو آہ و بکا سے منع نہیں کیا جاسکتا اور نہ ماحمیوں کو سینہ کوئی سے روکا جاسکتا ہے۔ مجھے کہ میرا دل تمہاری بے وفائی سے دکھا ہوا ہے سوائے نالہ و شینوں کے

اور کوئی چارہ نہیں ہے اور چونکہ تغافل کے درد سے جان دیکر محبت کے ماتم میں مبتلا ہوں (تو) سیدہ کو بی (ہی) کروں گا اگرچہ (یہ) پتھر نہیں ہے۔ دو ہفتے گزر جانے پر بھی جب کوئی خط نہ آپ کی طرف سے اور نہ سراج الدین احمد صاحب کی طرف سے ملا تو میں نے اپنے دانت اپنے جگر میں گاڑ دیے اور بے خود ہو گیا۔ آپ بھی وہی ہیں اور مولوی سراج الدین بھی اور یہ درد مند غمگین بھی وہی۔ چھ ماہ ہو گئے ہیں کہ کسی دوسرے کے خط کے حاشیے میں بھی کبھی سلام لکھ کر نہ بھیجا تو بھلا نامہ و پیام تو دور کی بات ہے۔ میرا خط نہ لکھنا اس وجہ سے نہیں کہ ترک محبت میں تمہارا رجوع بن گیا ہوں گا اور نہ اس وجہ سے کہ میں غم و اندوہ میں اس قدر بے حال ہو گیا ہوں گا کہ سانس لینے اور بات کرنے کی سکت بھی نہیں ہوگی۔ خدائے عادل کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس دہلاپے پر بھی میرے دل کو ایسی مضبوطی اور توانائی بخشی ہے کہ مثال کے طور پر اگر دونوں عالم ٹکپٹ ہو جائیں پھر بھی اپنی ذہن سے نہ ہٹوں۔ اور اس (اعتلا) کے باوجود وقاداری میں اس قدر ثابت قدم ہوں کہ سرچلا جائے لیکن میرے پاؤں کو راہ محبت سے لغزش نہ ہوگی۔ خدا کے واسطے ذرا یہ تو بتلائیے آپ کے دل میں کیا خیال آیا اور مولوی سراج الدین پر کیا گزری۔ شاید انہوں نے یہ سوچا تھا کہ اسد اللہ کے مجھ سے تعلق کی وجہ یہ ہے کہ میں کونسل کے عمائدین میں سے ہوں یعنی جس دن سے صدر عدالت کی پیشگاہ پر رونق افروز ہوئے ہیں کبھی ایسا نہ ہوا کہ مجھے یاد کیا ہو یا خط سے

۱۔ حق میں "از جانب من تا از آن دوست" ہے جبکہ قیاس کے مطابق دوست کی جگہ دوست ہو نا چاہیے۔ ترجمہ اس ہی قیاس پر کیا گیا ہے۔

نوازا ہو۔ ان سارے امور میں عجیب ترین بات تو یہ ہے کہ وہ کوئی بات تھی جس کے سبب آپ نے میری پریش احوال سے منہ پھیر لیا۔ یہ بھی اچھا ہوا کہ فلاں بیک حیات نہیں ہے ورنہ میں اپنا خون چپا آپ سے ناراض ہوتا اور آپ کو بھی اپنے سے افسردہ کرتا۔ لیکن یہ مقصد صرف آپ کے لیے ہوتا اور مولانا سراج الدین احمد کو اس قفسے سے دور رکھتا۔ شکر و شکایت کے مراتب سے قطع نظر انصاف کریں کہ مینے کے مینے گزر جائیں اور آپ اور آپ کے نور چشموں کی خیریت (۱) سے بے خبر ہوں۔ ناراض کیوں نہ ہوں اور شکایت کیوں نہ کروں۔ آج جام جہاں نما کے اوراق دیکھ کر ایسا نیا حال معلوم ہوا کہ اُس رسوائی پر صبر نہیں کیا جاسکتا۔ غالباً آپ نے بھی اس اخبار میں دیکھا ہوگا۔ واللہ خدا کی قسم اور ایک بار پھر خدا کی قسم مجھ عاجز کے بارے میں اُس اخبار میں جو کچھ بھی لکھا ہے سارا جھوٹ، اتہام اور بکواس ہے۔ خواجہ رحمت نام کے ایک حرامی نے کہ جو بریلی کے سادھو بھوں میں سے ہے اور ایک فتنہ پرداز جادوگر ہے شمس الدین خان کو اپنی جادو بیانی سے مطیع کر لیا ہے اور اس کے دل میں ایسا گھر بنا لیا ہے کہ شمس الدین خان کے لیے اس کے دائرہ حکم سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں رہا ہے۔ خبر نگاروں کو مال و قال سے اپنا فریفتہ کر کے جو خبر بھی چاہتا ہے اطراف میں بھیج دیتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ رائے سدا سکھ صاحب کے نام کا ایک خط بھی اس ہی خط کے ساتھ کھلا ہوا بھیجا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ اس کو پہلے آپ خود پڑھیں گے اور پھر رائے صاحب کے سپرد کریں گے۔ جو کچھ بھی ہے وہ رائے صاحب کے نام جو خط ہے اور

۱۔ متن میں ایک اخبار کا نام معلوم ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ جو رتہ لف ہے اس کے پڑھنے سے واضح ہو جائے گا۔

حضرت اکبر شاہ فلاں بیک کی وفات کے دن مختلف امراض میں مبتلا تھے۔
 پرسوں کے آخری صفر کا چہار شنبہ تھا غسل صحت کیا ہے۔ لیکن ابھی کمزور ہیں اور
 عرضداشتیں سننے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ حضرت مخدومی کے دل کا مقصد میرے اندازے
 کے مطابق قابل حصول نہیں ہے۔ چونکہ (ان امور میں) عقل کی کنجی سوہن لال ہے
 اور وہ چاہتا ہے کہ اپنے بھائیوں میں سے ایک کو سفارت پر فائز کرادے اور خود اس کا
 مقصد حاصل نہیں ہو رہا ہے تو کسی دوسرے کی بات تو دور کی بات ہے۔ امید ہے کہ
 مولوی سراج الدین احمد صاحب کی خدمت میں تسلیمات پہنچائیں گے اور اگر ممکن
 ہو اور مشکل نہ ہو تو دو تین سطریں اپنے دستخط کے ساتھ الگ کاغذ پر لکھوا کر اپنے خط
 میں رکھ کر بھجوا دیں۔ افسوس میں کیا کہہ رہا ہوں۔ بھلا مجھے یہ کس طرح معلوم ہوا کہ
 مرزا صاحب مجھے کوئی خط لکھیں گے کہ اس میں حضرت مولوی صاحب کا خط بھی لف
 کر دیا جائے۔

خط (۲/۲۳)

قبلہ من

شکایت کی کوئی اعتنا نہ تھی اور شکوے کا اختتام نہیں تھا۔ سو میں نے جا کر زمانے
 سے مصالحت کر لی۔ تازہ خبر یہ کہ حاکم دہلی نے مجھے بلایا اور اپنی زبان گہر بار سے فرمایا
 کہ مرکزی دفتر کے حکام نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ نصر اللہ خان کے متعلقین کو یہی طے گا اور
 اسی طرح مستقبل میں بھی طے گا جس طرح ماضی میں ملتا رہا ہے۔ اگرچہ یہ مکروہ امر

واقعہ ہزار گونہ غم و اندوہ کا سبب ہے لیکن خدا کی قسم کہ میرا دل آزاد کسی جانب مائل نہیں اور اپنے مقصد کے حاصل نہ ہونے سے میں رنجیدہ نہیں ہوا ہوں۔ لیکن یہ غم مجھے مارے ڈال رہا ہے کہ کونسل میں ایسا اتفاق کبھی نہیں ہوا ہوگا کہ تجویز سابق کو اس طرح اٹھا پھینکیں۔ ہاں حاکم دہلی شروع میں مجھ پر مہربان تھا لیکن آخر آخر میں دشمنوں کی چغلی خوری (۱) کا رگر ہو گئی اور وہ دشمن کا طرفدار بن گیا اور مجھ سے منہ پھیر لیا۔ دشمن کی پیش کی ہوئی سند کو مرکزی دفتر کے اراکین (۲) کو درست اور منجیدہ طریقے سے دکھایا اور وہ جواب کہ جو میں نے دیا تھا اور وہ دو ورق جو میں نے ظالموں کے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کر کے محکمے کو بھیجے تھے رپورٹ میں شامل نہ کئے اور میرے مقصد کے کونسل میں ایک طرف فیصلہ ہو گیا۔ میری محنت ضائع ہو گئی اور میرا حال تباہ۔ خدا کا (پھر بھی) شکر ہے کہ ناکامی اور نامرادی میرے لیے آسان ہے۔ الہت عوام کے تسخیر اور خواص کی ملامت کا قدرے آزار برداشت کرتا ہوں اور وہ بھی گزرا ہی جائیگا۔

۔ در طور مگر امروز ز موسیٰ اثرے نیست

فرداست کہ از طور ہم آثار نماند

(ترجمہ) آج اگر طور پر موسیٰ کے آثار نہیں تو کل طور کے آثار بھی (باقی) نہیں رہیں گے۔

امید کرتا ہوں کہ تھوڑی زحمت کریں گے اور مجھ پر چند مہربانیاں

۱۔ متن میں ”سعادت اہل کار اگر اقا“ ہے البتہ سعادت نہیں سعادت ہے۔ ترجمہ اس ہی قیاس پر کیا گیا ہے۔

۲۔ متن میں ”بیمہ مالی صدر“ لکھا ہے۔ البتہ یہ بیمہ مالی صدر ہے ترجمہ اس ہی قیاس پر کیا گیا ہے۔

فرمائیں گے۔ پہلی تو یہ کہ رائے سدا سکھ صاحب کے نام کے خط کو شروع سے آخر تک غور سے پڑھیں اور مکتوب الیہ کو پہنچا دیں۔ اور کوشش فرمائیں کہ قطعہ چھپ جائے اور مشہور ہو جائے اور زبان زد عام ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ جناب سفیر کے نام جو خط ہے اس کو بھی شروع سے آخر تک پڑھیں اور ان کو پیش کر دیں اور اس کے جواب پر چنداں اصرار نہ کریں۔ اگر مل جائے تو اپنے خط کے ساتھ ارسال کر دیں۔ دوسرے جناب عالی سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ تھوڑا کنسل کا حال ضرور لکھیں۔ کہتے ہیں کہ ولیم ہیلی صاحب ولایت اور ملک صاحب بمبئی جا رہے ہیں اور دہلی کے لیے کسی دوسرے حاکم کا فیصلہ ہوا ہے۔ اس بارے میں جو کچھ بھی ظاہر ہو فتویٰ کو لکھیں اور خدا کے واسطے جواب لکھنے میں تاہل نہ کریں۔ ڈاک کا آدھا محصول اس علاقے کی سرکار کو دیا گیا اور آدھا دوسری جانب (مکتوب الیہ) کے ذمہ کر دیا گیا۔ یہ خط منگل کے دن بارھویں شوال کو سپرد ڈاک کیا گیا۔

خط (۳/۲۳)

کعبہ من

آپ کا حکم میری جان و دل پر جاری ہے۔ جو کچھ بھی کہیں سر کے بل دوزوں کا اور سر کے بل چلوں کا۔ لیکن آپ اہل دہلی کے طور طریق سے واقف نہیں۔ جہاں تک حالات کو سمجھنے کی میں نے کوشش کی ہے لوگ مجھ سے دور بھاگتے ہیں چنانچہ آپ سے بھی بدظن ہو جائیں گے اور سوچیں گے کہ مرزا احمد بیگ خان نے اسدا اللہ خان کو اس کام پر مامور کیا ہے کہ آہستہ آہستہ تمام امور میں دخل اور تصرف حاصل کر لیں۔ خدا

کے لیے خود کو بدنام اور مجھ کو رسوا نہ کیجئے۔ عقلمند کو چاہیے کہ اگر حقیقتاً بھی کسی امر کے ورپے ہو تو بھی اپنے آپ کو اس قدر آزاد اور بے فکر نظر آہر کرے کہ کسی کو اس کے راز سے آگاہی نہ ہونے پر کہ تمہاری طرح صاف دل اور فارغ البال ہو جائے اور پاؤں جو بے طمع اور آزادی کے لوگوں کی نظر میں خود کو انتہائی حریص اور لالچی بنا دے۔ مقصد یہ ہے کہ ان لوگوں پر سچائی کا گمان نہ کیجئے بلکہ سب کو اپنے آپ سے وحشت خوردہ اور اپنے تخلصین سے خوف زدہ رکھئے۔ اگر آپ اس شہر آئے گا ارادہ رکھتے ہیں تو پھر آپ کی مرضی۔ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

خط (۳/۲۵)

۔ تحت ناز طمیں نیاز مند مہاد

وجود نازکت آرزو کا گزند مہاد

(ترجمہ) خدا نہ کرے کہ تیرا جسم طمیں کے ناز اٹھانے کا محتاج ہو (اور) خدا نہ کرے کہ تیرے نازک جسم کو کسی تکلیف سے آرزوگی پہنچے۔

قبلہ و کعبہ

چند روز پیشتر (آپ کا) سہیلہ قدسی حکیم صادق علی خان کے ذریعے مجھے ملا۔ ابھی جواب نہ لکھا تھا کہ آج ستمبر کی چوتھی کو (نجانے رجب الاول کی کوئی تاریخ ہے) ایک خط مرکز صورت و معنی مولانا سراج الدین احمد صاحب کے پاس سے آیا۔ جس نے جناب کی ناسازی طبیعت کی اطلاع دیکر مجھے رنجیدہ کر دیا۔ چونکہ اس مکتوب دلہندہ میں یہ بھی تحریر تھا کہ اب قبلہ نیکان حضرت سید احمد علی خان کے علاج سے کچھ

افاقہ اور صحت کی امید رہنا ہوئی ہے۔ خدا کی قسم اس افاقے جتنی ہی میرے انہو والم میں کمی واقع ہوئی ہے۔ خدا کے واسطے مجھ بے کس سے آنکھیں نہ پھیرا^(۱) لیجئے گا اور جلد ہی صحت یابی کی خوش خبری دیجئے گا کہ اس کے بعد آپ کے خط کے انتظار میں دن شمار کیا کروں گا۔ اس خط میں جو حکیم صادق علی خان نے مجھے پہنچایا ہے علاقہ ہونگی کے قطع ہونے اور جہانگیر نگر کے علاقے کی علیحدگی کا ارادہ اور کلکتہ سے منہ پھیر کر دہلی کو دار الخلافہ قرار دینے کا عزم تحریر تھا۔ ہر چند جناب کے ملازموں کا دہلی آنا یہ افراط سرت ہے لیکن کلکتہ سے ناخوشی بھی تو ایک قہر سے کم نہیں۔ واللہ کہ دہلی وہ اہلیت نہیں رکھتی کہ کوئی آزادہ منش یہاں خاک نشین بن جائے۔ اس جگہ کے لوگ بغیر سب کے لوگوں کو تکلیف دینے والے ہیں اور اس ناخوار سر زمین کے مرد و زن مردم خور ہیں۔ نیت یہ ہے کہ جب یہ مقدمہ ختم ہو جائے تو کسی بہانے سے اس شہر سے نکل کھڑا ہوں اور کلکتے پہنچ جاؤں۔ میرا احوال اس عریضہ سے کہ جو جناب مولوی سراج الدین احمد صاحب کے نام ہے واضح ہو سکتا ہے۔ مقدمہ معطلہ کی خدمت میں کورنش اور جان سے زیادہ عزیز (ہستی) کے لیے درازائی عمر اور افزائش دولت کی دعا۔

خط (۵/۲۶)

میری ضرورتوں کے محور اور تمناؤں کے مرکز 'خدا آپ کے سارے کو ہمیشہ قائم رکھے' وہ جان کہ جو دشمن سے بچائی نہ جاسکے اگر دوست کے قدموں پر نچھاور کر دی جائے تو

۱۔ "از من زار و نظر قطع نظر امید کرو" خالص بارود طرز اظہار ہے۔

نکار ہے کہ (اس سے) حق محبت کس قدر ادا ہو سکتا ہے۔ پھر بھی ہر صورت حال میں بات شروع کی جاسکتی ہے۔ اور شکر کہ بہ اندازہ جان و دل ہے کام و زبان سے ادا کیا جاسکتا ہے۔ صحیفہ قدسی کی آمد کے فیض نے مجھے میری نظر میں وقیع بنا دیا۔ میں سمجھ گیا کہ اگرچہ خدا نے مجھے بے حیثیت پیدا کیا ہے لیکن بے یار و مددگار نہیں چھوڑا اور برگزیدگان ازل کو میری غنیمت پر مقرر کر دیا ہے۔ ہر چند کہ میرا دل مطمئن تھا کہ جب کبھی مرشد زادہ عالی نسب مرتضوی صفت نے قبلہ و کعبہ کو زمین حضرت مولوی کرم حسین کے آستانے کے سجدے کا نقش میری پیشانی پر دیکھ لیا (تو یقیناً) میرا سر خاک سے اٹھالیں گے اور مجھے برباد نہیں ہونے دیں گے۔ لیکن انصاف بالائے طاعت۔ اگر (۱) اس اگر اس سفارش کی درخواست پر..... نہ دینا اور مثال کے طور پر سو عبودیت نامے بھی بھجوا دیتا ان میں سے ایک کے جواب سے بھی میری آنکھ روشن نہ ہوتی اور آپ کی خاطر اقدس میں میرا خیال نہ آتا۔ فحش کے مقرر ہونے کا حال اس سے پہلے آپ کے ضمیر پر جو عقیدت کی آماج گاہ ہے آشکار ہو چکا ہے۔ اس امر کی حیرت نے دل کا گریبان اور فکر فاتر کا دامن پکڑ رکھا ہے کہ اب میرے قبلہ و کعبہ کے لیے نکلنے میں اقامت کا کیا سبب (۲) ہے۔ بل وطن کی نوازش میں کیا چیز مانع ہے اور اس شہر میں قیام جاری رکھنے کا کیا موجب ہے۔ بہر حال اس خدائے یکتا و جہاں آفریں سے یہی امید ہے کہ جہاں بھی رہیں مخلوق کے راہبر اور دنیا کے پیشوا رہیں۔

۱۔ متن میں لفظ ”سپارش“ کے بعد ”زمت اوقات مفات خدا“ ہے جو بلا ہر درست نہیں معلوم ہوتا چنانچہ نکلے ڈال کر ”دادے“ سے آگے ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

۲۔ متن میں ”از چہ دہ راست“ ہے جبکہ ترجمہ ”از چہ دہ راست“ کے قیاس پر کیا گیا ہے۔

بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود

سالیہا سجدہ صاحب نظراں خواہ بود

(ترجمہ) جس زمین پر حیرے کلوے کا نشان ہو وہ برسوں اور باب نظر کے لیے سجدہ گاہ رہے گی۔

اس شہر میں منصف کے دروہ عالی کے بعد جو کچھ بھی روپڑ پر ہوا عرض حال کے طور پر آپ کی خدمت غریب نوازمیں پیش کر دیا جائے گا۔

خط (۶/۲۷)

قبلہ من:

اس مہربانی کا شکر کہ ایک عمر کے بعد مجھے یاد کیا ہے پوری ایک عمر تمام کئے بغیر ادا نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہ میں جانتا ہوں کہ میری تھوڑی عمر ہی اب باقی رہ گئی ہے۔ البتہ وہ شکر کہ جس کی ادائیگی سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا، کام و زبان سے باہر نکال کر مغرور دل و جان میں ڈال دیتا ہوں کہ ادا کر دہ نہ رہ جائے اور کام و زبان کی مدد کے بغیر ادا کیا جائے۔ بے کسوں کو آپ یاد کرتے ہیں اور روسیاہوں کو خط لکھ کر خوش کرتے ہیں۔ خدا کرے بہت ساجشیں۔ اُس خط میں کہ اب جس کا جواب لکھنے کی فکر میں ہوں تحریر تھا کہ خاص طور پر اسد اللہ کے لیے نہیں بلکہ خواجہ حاجی خان مرحوم کے بچوں کی خاطر کام نکالنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے ہنسی آگئی اور حیرت سے دارفتہ ہو گیا کہ اس کے استحقاق اور عدم استحقاق سے قطع نظر خواجہ حاجی کو خواجہ حاجی خان مرحوم کس دستاویز اور کس تعلق کی بنا پر کہا جاسکتا ہے۔ باوجود اس کے کہ احمد بخش خان نے خواجہ حاجی کے

ساتھ باپ کا سا سلوک کیا اور اس کو بے حیثیتی سے (باحیثیت) بنایا ہمیشہ خواجہ حاجی رکھا اور (اسکو) خواجہ حاجی کہا۔ خانی کے خطاب سے ہمارا اس کو مخاطب کرنا اس کہانی کے مطابق ہے کہ ایک متعصب سنی ایک محفل میں بیٹھا تھا کہ اس مجمع میں سے کسی نے حضرت علیؑ کا نام لیا اور اس کے ساتھ علیہ السلام کہا۔ اس متعصب کو تاؤ آ گیا لیکن دم سادھے رہا۔ اور بات کو طول دیکر یہاں تک پہنچا دیا کہ ابن ملجم کا ذکر آ گیا۔ جب اس نے اس کا نام لیا تو رضی اللہ عنہ کہا۔ اہل محفل نے اس کو منع کیا کہ علی ابن ابی طالب کے قاتل کو رضی اللہ عنہ مت کہو۔ وہ متعصب بھڑ گیا اور کہا کہ افسوس چونکہ علیؑ کو کہ قاتل عثمانؓ ہے علیہ السلام کہتے ہیں تو میں بھی ابن ملجم کو کہ حضرت علیؑ کا قاتل ہے رضی اللہ عنہ کہنے پر جواب دہ نہیں ہوں گا۔ یہ بات یہاں ختم ہو گئی۔ اب میں اپنی بات کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ مرزا عباس خان کے نام کا خط پہنچا دیا گیا۔ گھر میں سے گھر میں تسلیات۔ اندر اور باہر سے یعنی دل اور زبان دونوں کے ذریعے فرزند ان سعادت مند کو دعائیں پہنچیں۔

خط (۱/۲۸)

بنام مرزا ابوالقاسم خان

جناب کی خاطر روشن و منور پر واضح ہو کہ جناب کا التفات نامہ خوشگوار پہلوں کے ساتھ پہنچا۔ بخشنے والا خدا اس مسافر پروری پر آپ کو سلامتی عطا کرے۔ کل آغا صاحب غریب خانے پر تشریف لائے تھے۔ اپنی والدہ کی

طبیعت کی ناسازی کی بات کرتے تھے۔ دن ڈھلے میں بھی امام باڑے گیا اور رسم عبادت ادا کی۔ خدا کی قسم کہ جو محبت مجھے ان مخدوم سے ہے اس کے اثرات کی کیا وضاحت کروں کہ اس امر پر کس قدر پریشان ہوں۔ اگرچہ مجھے جیسے گناہ گار اور تباہ حال کی دعا کی کیا قدر و قیمت لیکن کثرت محبت مجھے بے چین رکھتی ہے اور دعا کو میرے لبوں سے از خود ابھارتی ہے۔ لیکن چونکہ ریا سے پاک ہے اس لیے امید کرتا ہوں کہ خدا کی بارگاہ میں قبول ہوگی اور اپنا اثر دکھائے گی۔ صاحب من ایسے حالات میں کہ وہ خود افسردہ ہیں اور خانم بھی افسردہ ہوں گی رقم معلومہ کے ضمن میں کسی کوشش اور اصرار کی کیا ضرورت ہے۔ ہاں ہاں یہ تو شیدہ جگری کی نشانیاں ہیں کہ خود بھی دردمند ہوں اور دردمندوں کی غنچواری کریں۔ شکستہ ہاتھ دعا کے علاوہ کیا کر سکتا ہے۔ خدا آپ کو سلامت رکھے اور طویل عمر دے۔ زیادہ زیادہ۔

مخط (۲/۲۹)

جو دو کرم کے دسترخوان کے ظرف کا ریزہ خوار (آپ کی) خدمت میں یہ عرض کرتا ہے کہ سری پائے پہنچے۔ اور کام جاں کو مجیدوں کے قسم شورا انگیز کی لہر میں لوٹ پوٹ کر دیا۔ دماغ کو بھی طاقت دی اور ہاتھ پاؤں کو بھی توانائی بخشی۔ اس کا گودا اپنے خمیر کی لطافت میں تو اے نفسانی کے اضافے کا سرمایہ نہیں نہیں میں نے غلط کہا زندگی کے چراغ کے تیل کا مادہ ہے۔ فیم معدہ اس کے شور بے کی روانی کا شاخوآن ہے اور آنتیں اس کے کچھوں کی لذت کے شمار کی تسبیح پڑھ رہی ہیں۔ روٹی نے جب اس

کے شور بے کے معیار کو پہچانا تو پہلے حملے ہی میں خوف (۱) سے پر ڈال دی اور جب زبان اس کی روانی کی لذت کی شکر گزاری میں (مشغول رہی) تو شور بے کی آپ حیات کی موج اُس کے سر سے گزر گئی۔ اس کی ہڈیوں کے نظر فریب جلوے پر ہما دیوانہ ہو گیا ہے اور اس کے بھنے ہوئے مغز کے حسن پر عقل فریفتہ ہو گئی ہے۔ اس کی مریچوں کے مزے کی تیزی محبوبوں کی ادائے عتاب کی طرح گلو سوز تھی اور اس کی ہڈیوں کے چٹختنے کی آواز چنگ و رہاب کے نغمے کی طرح سامعہ نواز۔ میں تو بات کو طویل دیتا اور اس نعت کی تعریف کے بعد صاحب نعت کا شکر ادا کرنا چاہتا تھا کہ اچانک میرے جڑے نے مجھے ناز کے ساتھ آنکھ کا اشارہ کیا اور اپنے سر کی قسم دے کر گویا ہوا کہ اپنے ہاتھ سے قلم فوراً رکھ دو اور نلی کے گودے کی لطافت کا مزہ لو۔ چونکہ مجھے اس کی خاطر داری منظور تھی اور اس کی قسمت (۲) پر مایہ تھی لہذا تعمیل کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔

۱۔ بے بگری۔ نعت، دھند، احوال، اندراج۔ ص ۵۱ کی۔ اگرچہ بالکل مختلف معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

۲۔ متن میں بظاہر ”روائش“ کے بعد ”شاعت“ کے متاثرے کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ پورا نعت ”قیاس کر کے ترجمہ کیا گیا ہے۔“

۳۔ متن میں ”قسمتیں ظلیل ہو“ لکھا ہے ”ظلیل“ کسی نعت میں کوئی لفظ نہیں۔ شور بے کی رعایت سے ظلیل ہی ہو سکتا ہے لیکن قسمت کے تعلق سے بے معنی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے معنی ”نہ مایہ“ کے لئے ہیں جو سیاق و سباق میں مناسب بھی ہے اور مشکل لغات سے ثابت بھی۔ (فرہنگ فقروہ فارسی بہ انگلیسی) تالیف دکن عہد اس آر پائپر کا شانی ”دکن منہ چہر آر پائپر کا شانی۔“

خط (۳۰/۳)

قبلہ من

بزرگوں سے تشریف آوری کی درخواست اگرچہ بے ادبی ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آفتاب کھنڈر پر بھی چمکتا ہے اور احسان نہیں دھرتا، بادل خار و خس پر بھی برستا ہے اور اس کو سرِ شان نہیں سمجھتا۔ اس امید کے سہارے پر یہ آرزو کی جاتی ہے کہ آج ساعت دو ساعت دن رہے راقم کے غریب خانے پر تشریف لائیں اور مرزا صاحب کو بھی اپنے ساتھ لائیں۔ فقط۔

خط (۳۱/۴)

میرے مخدوم و مطاع خدا آپ کو سلامت رکھے
کل جو خرک آپ نے بیجا تھا وہ پہنچا اور (اس نے) دو عالم میں سرفراز
کر دیا۔ صاحبِ نذر (امام مہدی) اپنے ظہور تک آپ کو سلامت رکھے اور بلند
مراتبِ ظاہری و باطنی پر پہنچائے۔ سوائے تسلیم کے اور کیا عرض کروں۔

خط (۳۲/۵)

اے میرے مخدوم و جائے پناہ
میں گھر پر نہیں تھا۔ واپس آیا تو خوانِ نعمت کو اپنے لیے حیار پایا اور صاحب
نعمت کا شکر بجالایا۔ اس مہربانی پر خدا آپ کو طویلِ عمر دے۔ آج کل میں اگر بیدار
کار و غمِ فرمائیں تو دنیا کی قسم قسم کی نعمتوں سے زیادہ اچھا ہوں۔ زیادہ نیاز۔

قبلہ جان و دل سلامت

(آپ کے) سر کے گرد طواف کرتا اور اپنی جان اس ٹکوں کی خاک پر
 نچوڑتا ہوں۔ سبحان اللہ۔ جذبہ شوق پرنا ذکر کرتا ہوں کہ آج صبح سویرے سوکراٹھا ہی تھا
 اور ارادہ کر رہا تھا کہ ایک خط غفلت کی شکایت کے طور پر آپ کے ملازموں کو لکھوں
 گا۔ ابھی یہ خیال دل میں پختہ نہ ہوا تھا کہ آپ کا گرامی نامہ میری فریاد کو پہنچ گیا اور
 مجھے رنج کی قید سے نجات دلائی۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ کی طبیعت درست ہے۔
 خدا تعالیٰ ہمیشہ آپ کو عافیت کی محفل کا مسند نشین رکھے۔ سید انجیر کے روغن کی بوتل
 زندگی کے چراغ کی روشنی کا سرمایہ بن گئی۔ خدا تعالیٰ آپ کو اس غریب پروردی اور
 مسکین نوازی پر سلامتی عطا کرے۔ آج بارش اور بادل کے زور کی وجہ سے میں نے
 اس روغن کے استعمال میں تعیل نہیں کی۔ ایک دو دن کے بعد بوتل کا ڈھکنا کھولوں
 گا اور آدھا میرا آدھا تیرا کے مضمون پر عمل کروں گا۔ آپ کے اقبال اور سعادت کے
 سدا قائم رہنے کی دعا کے علاوہ اور کیا عرض کروں۔

قبلہ جان و دل سلامت

آپ کے گرامی نامہ کے جواب میں صبح جو قطعہ میں نے تحریر کیا ہے آپ کا
 آدی شاہد ہے کہ کس گھبراہٹ اور غفلت میں لکھا ہے۔ بخدا جناب کے قطعہ کے شایان
 شان نہیں تھا۔ گویا اس قطعہ کا مقصد صرف دال اور اچار کی رسید بھیجنا تھی اور کچھ نہیں۔

امید کہ اس کو پانی سے دھوڑا لیں یا آگ میں جلا دیں۔ چونکہ اس کو فکر کی مدد کے بغیر صرف قلم کے زور پر لکھ دیا ہے۔ خدا نہ کرے اس میں کوئی نقص رہ گیا ہو اور دشمنوں کے ہاتھ لگ جائے آپ کو سید الشہدہ کی قسم کہ کسی کو (۱) نہ دکھائیں اور اس کو تلف کر دیں۔

اس خط میں جو قطعہ مرقوم ہے وہ جناب عالی کے قطعہ کا جواب ہے جو چاہے دیکھے کوئی ذرا نہیں۔ گزشتہ رات میں نے روغنِ بیدارِ نعیر اور نمکِ آب کا مسہل لیا تھا۔ لیکن طبیعت نے قبول نہ کیا اور قبضِ رفع نہ ہوا۔ آج میں نے اپنے طور پر ایک ایسی ترکیب کہ رات کے مسہل کے فعل کی تائید کرے استعمال کی تھی۔ خدا کی قسم اگر اس قسم کی رکاوٹیں راہ میں نہ ہوتیں تو میں قطعے کو اپنے دستِ اخلاص کی پونجی بنا کر جناب کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اگر موت سے محفوظ رہا تو ان دو تین دن میں قدمبوی کی سعادت حاصل کر دوں گا۔

خط (۸/۳۵)

خدمتِ عالیہ میں عرضِ رساں ہوں کہ پرسوں رات خوشی کی محفل میں جناب عالی کی بڑی کمی محسوس ہوئی۔ نہ آنے کا چونکہ سبب تھا مجبوراً جدائی برداشت کرنی پڑی۔ معلومِ طبیعت کی پراگندگی کہ جو بیماریوں کے باعث تھی، اطمینان میں

۱۔ متن میں "آں را نکس نہ فراید" ہے جب کہ خط "آں را کسی نہ فراید" درست معلوم ہوتا ہے۔ ترجمہ ای قیاس پر کیا گیا ہے۔

تبدیل ہوئی یا ان پریشانیوں کا کچھ اثر باقی ہے۔ امید کرتا ہوں کہ خیریت کی اطلاع بھیجیں گے اور اطمینان بخشیں گے۔ قبلہ من! یہ مرضداشت لکھ کر سوچ ہی رہا تھا کہ آپ کی خدمت میں ارسال کروں گا کہ یکا یک جناب کا عنایت نامہ آ پہنچا۔ یقیناً آپ نے معجزہ کر دکھایا۔ اور واقعی آپ کی خیریت کی خوشی خبری سے مجھے بے انتہا مسرت ہوئی۔ خدا تعالیٰ آپ کو شاد و آباد اور ہر غم سے آزاد رکھے۔ جناب مرزا محمد حسین صاحب نے تعارف نہیں فرمایا ہے۔ شاید پرسوں کی بیماری کے سبب کوٹھی نہیں گئے ہیں۔ اگر کل کوئی غلطی نہیں پہنچا تو جناب کی ایما کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ آموں کے تھپے پر تسلیمات قبول ہوں۔

خط (۹/۳۶)

عرض کیا جاتا ہے کہ جناب کا نوازش نامہ مع روح پرور سالوں کے ذائقہ نواز ہوا اور شکر نعمت نے (مجھے) تر زبان بنایا۔ منعم حقیقی مسافروں کی پرورش کا صلہ عطا کرے۔ میرا حال مختصر یہ ہے کہ جمہرات کے دن یکا یک میں نے سنا کہ حیدر کے دن جناب نواب گودنر بہادر و ہار عام کریں گے۔ میں چونکہ نوواردوں میں سے ہوں میں نے اس پر غور کیا اور صبح تڑ کے دفتر چلا گیا۔ (لیکن) جناب اسٹرنلک صاحب بہادر سے ملاقات کی کوئی صورت نہ بنی۔ مجبوراً وہیں آ گیا۔ رات (اسی) نیم و امید میں گزار کر جھٹے کے دن دوبارہ گیا۔ مہربانی کر کے ملاقات کا شرف بخشا۔ میں نے

۱۔ اگر "فرمانِ چھپنے در سید" یہ عند ستانی فارسی ہی نہیں، وہ فارسی ہے جس پر غالب "فیض اور ان کی قبیل کے کسی شخص کو اپنے پاس لے گئے تھے۔

خلعت کی گزارش کی۔ فرمایا کہ آپ کے رخصت ہونے کے وقت تک یہ کام بخوبی ہو جائے گا۔ جب اتوار آئی تو میں اپنے غم کدے سے اٹھ کر سراج الدین احمد صاحب کے مکان پر چلا گیا اور رات وہاں بسر کی۔ پھر کے دن وہیں سے سوار ہو کر پہلے دفتر گیا اور وہاں سے گیتی پناہ دربار میں پہنچا۔ ملاقات ہوئی اور مجھے عطر و پان پیش کیا گیا۔ واپس آیا تو دوستوں نے گھر نہ لوٹنے دیا۔ (سو) رات وہیں گزاری۔

ع۔ درویش ہر کجا کہ شب آید سرائے دوست

(ترجمہ) جہاں رات ہو جائے وہی درویش کی سرائے ہے۔

آج صبح وہاں سے سوار ہو کر اپنے ایک دوست کے گھر کہ جو راستے میں تھا پہنچا (اور وہاں سے) اپنے غم کدے میں اس وقت پہنچا کہ جب جناب کا ملازم آپ کا خط ہاتھ میں لئے میرا انتظار کر رہا تھا۔ اس گرامی ڈاے کا جواب لکھا اور اس میں کچھ اپنا احوال بھی تحریر کیا۔ مجھے کچھ کاغذ کی ضرورت تھی۔ (سو) میں نے آپ کے آدمی کے ساتھ کہا کہ بازار بھیجا کہ اس کو کاغذ دلوا کر جس چیز کے لیے بھیجا گیا ہے لے آئے۔ اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا تھا لیکن ضروری خطوط کی تحریر رکاوٹ بنی۔ اگر کوئی نئی رکاوٹ پیدا نہ ہوئی تو میری آرزو کا نقش لوح مراد پر ہو پیدا ہو جائے گا یعنی سرشام آپ کی خدمت میں پہنچ چاؤں گا۔ زیادہ نیاز۔

جب بھی آپ کا خط پہنچتا ہے تو مجھے القاب و آداب کے انتخاب میں کیا
بتاؤں کیسی حیرانی کا سامنا ہوتا ہے۔ ہاں جب سمندر قطرے کی اس طرح تعریف
کرے تو قطرہ اپنے ہوش و حواس گم کر دینے کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہے اور جبکہ
آفتاب کسی ذرے کو اس جوش و جذبے سے نوازے تو ذرے سے سوائے گرمی
کے اظہار کے اور کیا بن پڑتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ایک ایک حرف سے تندائی محبت
کے آثار ملتے ہیں۔ اس طرح کی عنایات و کرم کے جواب میں ناکسوں سے
سوائے سر کے گرد چکر لگانے اور قربان ہونے کے کیا ہو سکتا ہے۔ اس دروندی
اور غنوّاری پر خداوند کریم آپ کو سلامت رکھے۔ آج دوپہر تک میری آنکھ
میرے خیال کے ساتھ بیدار اور میری روح مسرت سے ہلکتا رہی کہ اب
میرے خند دم کا خط دروازے سے داخل ہوتا ہے اور میری شام غربت کی صبح طلوع
ہوتی ہے۔ اس وقت خیال تھا کہ کوئی آدی بھیجوں اور جناب کی خیریت دریافت
کروں کہ عنایت نامہ پہنچا اور باعث تسکین ہوا۔ کل دوپہر تک جناب عالی تکلیف
نہ فرمائیں (چونکہ) میں کہیں جاؤں گا۔ البتہ دوپہر کے بعد سے شام تک اپنے
تھکدے کی دیوار پر نقش کی صورت رہوں گا۔ زیادہ حلیم اور بس۔ کترین سے
کتر۔ اسد اللہ۔

مخدوم بندہ پرور سلامت

ہائے کل کی محرومی کہ قافلہ در قافلہ آرزوؤں کے ہمرکاب دولت خانے کے دروازے پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ جناب عالی سوار ہو کر کہیں چلے گئے ہیں۔ نیک بختی کی آنکھ کی پتلی، محمد مرزا کے دیدار کی خوشی نے قدرے افسردگی دل کی حلائی کی۔ خدا تعالیٰ اس کو آپ کے سایہ محبت میں زندہ رکھے۔ چند لمحے جناب تپاں کی خدمت میں بیٹھ کر مہدی باغ کی طرف چلا گیا۔ شام کے وقت جب اپنے غم کدے میں پہنچا تو سنا کہ اس دیرانے پر آفتاب چمکا تھا (لیکن) میرا ذرہ قبولیت کی روشنی سے دوچار نہیں ہوا۔ حسرت پر حسرت مستزاد ہوئی اور رنج پر رنج کا اضافہ ہوا۔ حواس باختہ سا ہو گیا اور اپنے حال دل پر کچھ آنسو بہائے۔ (البتہ) جناب عالی کے ضمیر پاک صفت نے مجھے دلاسا دیا اور اس باہمی آمد و رفت کو معنوی محبت اور حقیقی یکا نگشت کی علامت ظاہر کیا۔ دل کو قدرے تسکین ملی اور اوسان بجا ہوئے۔ امید کرتا ہوں کہ محبت افزائش میں اور آپ کا کرم بخشائش میں سرگرم رہیں گے۔ فقط

خط (۱۲/۳۹)

اعلیٰ صفات و عظیم الاحسان، خان صاحب کی، کہ بے کسوں کا محور امید ہیں، خدمت عالیہ میں یہ عرض ہے کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ زمان فراق کی طوالت کے ستم کے اظہار سے (میں) مطلبی تقاضائیوں کے زمرے میں شمار نہیں ہوں گا تو میں کیسے کیسے گریبان چھاؤں اور زہرہ گداز دوری کے درد سے کیسی کیسی آہ و بکا کرتا۔ لیکن

احسان ہے اس خدائے بزرگ کا (کہ) اُس مخلصوں کے مرکز امید کی حق شناس اور حق پرست طبیعت، محبت کی سچائی کا معیار اور راستی اور حقیقت کے سرمایے کی کسوٹی ہے۔ ناچار پردے سے باہر آتا ہوں اور نعمہ شوق کو بغیر خوف و ہراس کے الٹا شروع کرتا ہوں۔ مختصر یہ کہ جدائی کی برداشت اور اشتیاق کے جھٹکنے سہی کی توانائی نہیں ہے۔

بارہا میں نے آدمی بھیجا اور دو تین بار خود بھی بے چین ہو کر دولت خانے کے دروازے پر پہنچا۔ جس کسی سے پوچھا یہی جواب سنا کہ ابھی تشریف نہیں لائے ہیں۔ خدا کے واسطے اگر آپ کی آمد میں ابھی کچھ دیر اور تعطل ہے تو مجھے آگاہ کر دیں کہ میں پریشان و مضطرب نہ ہوں۔ اور اگر دو تین دن میں آ سکتے ہوں تو مجھے یہ خوش خبری دیں تاکہ دل سے افسردگی زائل ہو۔ یہ نہ خیال کیجئے گا کہ غالب اپنے کاموں میں جلد باز اور اپنے مطلب کی ضمن میں فضول آدمی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ اس طوالت کلام کا سبب شوق دیدار ہے۔ ہاں اس قدر (ضرور) ہے کہ اپنی مجبوریوں کے سبب میں نے اپنی چشمِ حرص کو آپ کی غریب نوازیوں سے پیوستہ اور ہوس کے چراغ کو اپنے خیال کے خانہ درون میں روشن کر لیا ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ آپ مجھ سے بڑھ کر میری ہمدردی کا جذبہ رکھتے ہیں۔ کیا معلوم اس قدر وہاں کا قیام خصوصاً میری امداد اور چارہ گری کے لیے ہو۔ ہر چند کہ یہ ساری نوازشیں خاطر نشان و دل نشین ہیں لیکن دل کم ہمتی سے بھرا ہوا ہے اور ہونٹوں پر افواہوں کے سبب فریاد ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ شوق کی بے اختیار یوں کا عذر قبول فرمائیں گے اور اپنے چھوٹوں کے عیوب سے صرف نظر کریں گے۔ والسلام ولا کرام۔

خط (۱۳/۳۰)

مخدوم ظاہر و باطن سلامت

بزم مشاعرہ کے بعد خیال تھا کہ چند باتیں آپ کے گوش گزار کروں اور دل کا غبار ہلکا کروں۔ لیکن میں تو جناب عالی کے جوانوں جیسے عزم کا مارا ہوا ہوں کہ آپ محفل سے اٹھ کر اس طرح چل دیے کہ الوداع بھی نہ کہہ سکا سلام دعا تو دور کی بات ہے۔ مجبوراً اب اپنے قلم نیاز رقم کو اپنے مدعا کی گزارش کا وکیل بنا کر ایک خط آغا صاحب کے نام نامی کے لیے لکھ کر اس عرضداشت کے ساتھ بھیج دیا ہے۔ امیدوار ہوں کہ اس کو شروع سے آخر تک (۱) دیکھ کر مکتوب الیہ کے حوالے کر دیں گے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ جو کچھ میں نے آغا صاحب کو لکھا ہے آپ کی خدمت میں بھی عرض کر دیتا۔ لیکن مصلحت اس ہی کی متقاضی تھی۔ بہر صورت کام آپ کی مہربانی ہی سے ہونا ہے اور باقی سب بہانے ہیں۔

خط (۱۳/۳۱)

قبلہ من

خدا کی قسم کہ آقائے محمد حسین کی ناسازی طبعیت کے خیال سے دل ہر وقت رنجیدہ رہتا ہے۔ خدائے قادر مرقّت کے سمندر کے اُس موتی کو سلامت رکھے اور

۱۔ متن میں ”مروتا پائے آں نہ گروتا یہ مطلب الیہ بہ پارغ“ ہے۔ ظاہر ہے ”نہ گروتا“ کی جگہ درست ”نہ گروتا“ ہی ہو سکتا ہے۔ ترجمانی قلمس ہکا گیا ہے۔

تندرستی عطا کرے۔ اگرچہ فدوی کو کلکتہ کے ملا حوں کے جھگڑے اور ان کے بھاگ جانے کے سبب اور اس کشتی کے ہاتھ سے نکل جانے اور دوسری کشتی تلاش کرنے کے باعث ہوگئی پندرہ میں پانچ دن اور بھی ٹھہرنا پڑا اور میں نے آقا صاحب کی تندرستی کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے سرکار نواب صاحب کے ایک اہل کار کے ذریعے ایک خط آپ کے نام لکھ کر بھجوا دیا تھا۔ لیکن چونکہ ان پانچ دنوں میں اس کا جواب نہیں آیا تو میرا دل اور بھی پریشان ہو گیا۔ ہر دم زبان پر یہی دعا ہے کہ خدا کرے وہ صحت مند ہو گئے ہوں۔ جناب کی ہمدردی کا وہ انداز جو میں نے اپنے حق میں دیکھا ہے ایسا نہیں کہ اس کثیر سے قلیل کی وضاحت بھی کی جاسکے۔ خدا کی قسم آپ کے اخلاق کی تقویت کی بنا پر میں دہلی کی جدائی کا غم بھول گیا تھا۔ شکر ہے اور لاکھوں شکر کہ مسافرت میں مجھے ارباب وطن میں سے ایک موقع مل گیا۔ لیکن افسوس (اس کا ہے) کہ آئندہ ملاقات کی امید نہیں۔ جناب مرزا صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ دہلی پہنچوں گا۔ ہو سکتا ہے کہ (ان کے آنے کا) اتفاق ہو۔ لیکن میرا ہاتھ آپ کے دامن تک دوبارہ نہیں پہنچے گا۔ افسوس مجھ پر اور میرے نصیب پر۔ آج کہ منگل کا دن ہے مرشد آباد میں ہوں اور کشتی کی تلاش ہے۔ امید کرتا ہوں کہ ان ہی ایک دو روز میں دریا کے راستے روانہ ہو جاؤں گا۔ اللہ بس باقی ہوں۔

خط (۱۵/۳۲)

مخدوم من:

اگرچہ ہوگئی کا قیام اختیار نہیں تھا لیکن اس خط کے جواب کے انتظار نے

جنو اب علی انبر خان کے ویل کے توسط سے بھیجا تھا، مجھے انتظار کی کیفیت میں سرست رکھا۔ اور خدا جانتا ہے کہ اس خط کا بجز آغا محمد حسین خان کی خیریت معلوم کرنے کے اور کوئی مقصد نہیں تھا۔ جب ان پانچ روز کے توقف کے دوران کوئی جواب نہ آیا اور کشتی کا بندوبست ہو گیا تو افسردہ دل چل پڑا۔ خدا کی قسم کسی پڑاؤ پر بھی آغا محمد حسین کی خیریت سے غافل نہیں رہا اور آج بھی وہ سقمش بدستور ہے۔

فدوی نامہ جناب مرزا احمد بیگ خان دام مجدہ کے خط کے ساتھ مرشد آباد سے ارسال کر دیا گیا۔ کیا اچھا ہوا اگر کچھ چکا ہو۔ خدا کے واسطے اس خط کے جواب میں چند سطریں ایک کاغذ کے ٹکڑے پر لکھ کر فدوی مرزا احمد بیگ خان کے اسی خط کے ساتھ بھیج دیں۔ وہ گرامی نامہ مجھے باندے میں مل جائے گا اور اس غزوہ کے لیے سرمایہ آرام جان ہوگا۔ آغا صاحب کی خدمت میں سلام شوق لیکن محض زبانی نہیں بلکہ اس خط کو انہیں دکھائیں کہ درحقیقت یہ خط پہلے تو جناب عالی کے لیے ہے اور اس کے بعد بندگان حضرت آغا کے لیے۔ خط دو کاغذوں پر اس لیے نہیں لکھا کہ ہلکا رہے۔ اور انصاف بالائے طاعت۔ مضمون (دونوں میں) سوائے سلام عرض کرنے دعا گوئی اور طریق خیریت طلبی کے اور کچھ نہیں ہے۔ اس عاجز کا یہ حال ہے کہ آج عظیم آباد کے گھاٹ کے کنارے بیٹھا ہوں اور کل عازم منزل مراد ہوں گا۔ خدا مجھے میرے آشیانے پہنچائے اور میری رات کی سحر کر دے۔ والسلام۔

قبیلہ من

آغا صاحب کی صحت پانے کی خوش خبری نے دل کو تازہ اور روح کو شاد کر دیا۔ خدا ان کو زندہ رکھے اور بلند مراتب پر پہنچائے۔ خدا کی قسم آغا کے ساتھ مجھے بڑے دل سے محبت ہے۔ ہر چند کہ الفت و محبت کا اظہار میرا شیوہ نہیں لیکن زبان کا کیا کروں کہ بجز سچی بات کے نہیں ملتی۔ جناب عالی کی ذات گرامی سے مہر و محبت کا دعویٰ بے ادبی ہے۔ خدا کی قسم کہ آپ نے کلکتہ میں غربت کا دکھ اور بے کسی کا غم میرے دل سے محو کر دیا تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ کلکتہ دہلی ہے اور غربت وطن ہے، قید خانہ گلستان ہے اور بیابان چمن۔ آپ میرے بزرگ ہیں اور میری جان و تن کے پرورش کرنے والے۔ بالآخر جمعہ کے روز کہ جمادی الاول کی پہلی تاریخ تھی باندے پہنچا۔ ملتے کے روز اس جگہ سے روانہ ہو جاؤں گا۔ کولبرک صاحب ریزنڈنٹ دہلی کو عہدے سے معزول کر دیا گیا ہے اور فرانس ہائیکس صاحب حاکم دہلی تعینات ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ رحمدل اور سلیم الطبع انسان ہے لیکن افسوس کہ سیر و شکار کی طرف مائل ہو گیا ہے اور بے پروا واقع ہوا ہے۔ مظلوموں کی فریاد پر کان نہیں دھرتا اور ستم زدوں کو انصاف عاجلانہ نہیں دیتا۔ ہر چند کہ میرے مقدمہ میں مرکزی دفتر کا حکم محکم ہے لیکن جناب کے ملازموں سے اور آغا صاحب سے اس امر کی امید رکھتا ہوں کہ پہلے حالات ٹٹولیں اور معلوم کر لیں کہ مسٹر فرانس ہائیکس بہادر کئے کہ اس سے خوشتر حاکمان تمام وکل کے حاکم اقل تھے اور اب بریلی سے دہلی پہنچ کر دہلی کی ریزنڈنٹ

پر تعینات ہیں، جناب کرنل صاحب سے محبت کے تعلقات ہیں یا نہیں۔ اگر ایک دوسرے سے آشنا نہیں تو خیر اور اگر آپس میں دوستی ہو تو آپ اور آغا صاحب میری جانب سے خانم کی خدمت میں تسلیمات پہنچا کر اور ان کو میری بھاری یاد دلا کر اتنا کریں کہ ایک سفارشی خط ہاتھ آجائے۔ (اس طرح) کہ حکومت کا حکم اور کرنل صاحب کی تحریر دونوں مل کر مہربانی کے حصول اور نجات کی منزل کے وصول کا ذریعہ بن سکے۔ اگرچہ میں نکلنے میں نہیں ہوں لیکن آپ کا اور آغا صاحب کا وہاں ہونا ضروری ہے۔ میری موجودگی کے وقت بھی کام آپ کی مہربانی ہی سے ہوا کرتا تھا اور بس۔ بلکہ اگر اس تمنا کے عرض کرنے میں اس کی ضرورت پڑے کہ کرنل صاحب کے لیے میرے عبودیت نامے کی ضرورت ہو تو (میری طرف سے) اجازت ہے کہ مناسب القاب و آداب لکھ کر پیش کر دیں۔ بلکہ میں جانتا ہوں کہ ضرورت اس قدر اصرار کی نہ ہوگی۔ آغا صاحب کی خدمت میں بھد شوق سلام اور یہ ہزار آرزو یہاں پیش ہے۔ اگرچہ مرض رفع ہو گیا ہے لیکن لا پرواہی نہیں کرنی چاہیے اور احتیاط نہیں چھوڑنا چاہیے۔ مضمون مذکور ذہن نشین کر لینا چاہیے اور میری بے کسی بھی یاد رکھنی چاہیے۔ ابتدا میں آپ نے مناسب کوشش کی ہے۔ اب جبکہ گرہ کے کھلنے کا وقت آ پہنچا ہے توجہ کرنی چاہیے۔ خانم اور قبیلہ کی خدمت میں میری بندگی پہنچے۔ اگر خدا نے چاہا اور ہائیکس صاحب کرنل صاحب کے دوست لکھے اور چٹھی ہاتھ آگئی تو ایک علیحدہ خط یہ پتہ لکھ کر دہلی بھیج دیں کہ ”بمقام دہلی کھاری باؤلی میں نواب نوازش خان کے دیوان خانے کے قریب عبدالرحمن خان کی حویلی میں اسد کے مطالعہ کو پہنچے۔“

قبلہ من

اگر معافی کا پکا یقین نہ ہوتا تو دل میں خط لکھنے کا حوصلہ نہ ہوتا۔ مگر کہ جناب نے میرا جرم معاف کر دیا اور میری خطا پر خط تمہیں بھیج دیا (لیکن) اپنے آپ کو اپنی نظر میں کس طرح باعزت گردانوں۔ ع۔ اگر گناہ پہ بخشنہ شرمساری ہست۔ (ترجمہ) اگر گناہ بخشدیں (پھر بھی) فحاشات (باقی) ہے۔ نور چشم محمد مرزا کے واقعہ پر جو میرے قلم سے تعزیت کی کوئی سطر نہیں نکلی (تو اس غلطی پر) مجھے زیادہ سے زیادہ ذلیل و خوار کریں۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ کئی دن تاریخ کی سوچ میں اور پھر بہت سے دن میری اپنی پریشانی میں گزر گئے لیکن اب تک نہ محمد مرزا کی وفات کی تاریخ ہی مکمل ہوئی اور نہ میرے جینے کی ہی کوئی صورت بنی۔ اس شہر کے حاکم نے میرا گھر بارقا کے سیلاب کے حوالے کر دیا۔ اور میری محنت اور صعوبت کو ضائع اور میرے حق کو تلف کر دیا۔ اگرچہ اس شکستگی کا مرہم اور اس شکستگی کا درمان حاکمان دفتر مرکزی کے دواخانے میں ہے لیکن مجھ جیسے آدمی کے لیے دوبارہ اس عدالت میں پہنچنا مشکل ہے۔ سن رہا ہوں کہ نواب گورنر بہادر ہندوستان آرہے ہیں۔ اب دیکھتا ہوں کہ اس لشکر کی گرد میری آنکھوں کا سرمہ بنتی ہے یا میری خاک اس مسکب عالی کی جولاں گاہ۔ حضرت خدا آپ کو سلامت رکھے اس حاکم کی بے تمیزی اور نا انصافی سے میرے کام

۱۔ متن میں "دل پہ نگارش نامہ ہادی نمی دارد" ہے۔ البتہ یہ "دل پہ نگارش نامہ یاری نمی دارد" ہے۔ ترجمہ اس ہی قیاس پر کیا گیا ہے۔

میں ایسی کھنڈت پڑ گئی ہے کہ ہزار زبان سے بھی اس کی وضاحت نہیں کر سکتا۔ (اس نے) کامیابی اور ناکامی سے قطع نظر خواص کے طعنوں اور عوام کی ہنسی کو تحریک دی ہے اور میرے دل کے خون میں ایک قیامت برپا کر دی ہے۔ اس زار نالی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ اگر خط لکھنے میں کچھ دیر ہو جائے تو بے وفائی کا الزام مجھ پر نہ آئے۔
زیادہ نیاز۔

خط (۱۸/۴۵)

اے ہندو خواڑ

ایک طویل عرصہ سے آپ کے احوال سے بے خبر ہوں۔ کیا بتاؤں کہ کیسا خون میں تڑپ رہا ہوں اور کبھی جان کنی میں مبتلا ہوں۔ میں خود ایسے اندھیرے سے دوچار ہوں کہ فرط سراسیمگی سے دن رات کی اور ہاتھ پیر کی سدھ بدھ نہیں ہے۔ اپنے حال پر توجہ دینے کی فرصت کہاں اور خضاب (۱) لگانے کا دھیان کسے۔

میں جانتا ہوں کہ مجھ مرزا کے واقعے سے آپ رنجیدہ اور حالات کی ناسازی سے اپنی ادھیڑ بن میں لگے ہیں۔ خدا آپ کو شاد اور قید غم سے آزاد رکھے۔ ان دنوں اخبار سے معلوم ہوا ہے کہ کلکتہ کی فضا وبائی ہوا کا میدان ہے۔ سخت پریشان ہو گیا ہوں۔ خدا کے واسطے اس انتشار خاطر اور افسردگی کے باوجود مجھ پر مہربانی فرمائیے اور

۱۔ ”یہ سچائی“ سے مفہوم خضاب لگانے کا لفظ ہے لیکن ظاہر یہ غالب کی اپنی اختراع معلوم ہوتی ہے۔ یہ کوئی مستوطر زائغہ نہیں۔

دو تین سطریں اپنی خیریت کی لکھ دیجئے اور حکیم صاحب کی صحت و عافیت کو (اس خط کا) ضمیمہ کیجئے اور اس کے بعد کہ یہ حالات پورے اور کامل طور سے تحریر میں آجائیں تو اپنی خیریت کا مختصر احوال بھی درج کر دیں کہ میرا دل سو طرح سے آپ کی طرف متوجہ ہے۔ والسلام علی من اتبع الهدی (ترجمہ) اور سلامتی ہو اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

خط (۱۹/۴۶)

قبلہ من:

حیران ہوں کہ مجھ سے ایسا کونسا بھاری جرم سرزد ہو گیا ہے کہ میں اس ساری سزا کا مستحق ہو گیا۔ جناب عالی نے کبھی مجھے خط نہیں لکھا اور (نہ ہی) میرے فدوی ناموں کا جواب بھیجا۔ مرزا احمد بیگ خان کو کیا ہو گیا کہ تین ماہ گزر گئے اور ان کا کوئی خط نظر افروز نہیں ہوا۔ میں دہلی میں ایسے اندھیرے دو چار کہ خدا دشمن کو نہ دکھائے تو اماندہ پڑا ہوں اور کلکتے کے مہربانوں نے مجھ سے ربخ التفات یکسر موڑ لیا ہے۔ فلاں بیگ نے کہ جن کی ذات اور احوال سے متعلق میں نے کچھ آپ کے گوش گزار کیا ہے آسمان کو اپنے موافق دیکھ کر مصالحت کا ورق لوٹ دیا ہے اور بے وفائی کا خط پڑھ لیا ہے۔ دوستی کا عہد تو ذکر میرے قتل پر کمر باندھ لی ہے۔ معلوم شاید کلکتے کے خاص و عام پر اس کا حکم چلتا ہے کہ سارے دوست اس کی پیروی پر اٹھ کھڑے ہوئے ہیں ان کا فیض و غضب بڑھ رہا ہے اور ان کی وفات میں کمی آ رہی ہے۔

خدا کی قسم کہ مرزا احمد بیگ خان کے خط کے نہ ملنے سے مجھے سخت رنج ہے۔ مہربانی کو

کیا ہوا اور دوستی کہاں گئی۔ اب مجھے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب نے فلاں بیک سے تعلق کی خاطر مجھ سے نامہ و پیام بند کر دیا ہے۔ میں نے بھی خط لکھنے سے کنارہ کر لیا ہے۔ اور آپ کو کیا کہوں کہ (آپ نے تو) پہلے ون ہی سے نامہ و پیام کی رسم نہیں بنائی ہے۔ مجبوراً بہ اتھنائے گمان جو آپ کی عنایات پر تھا، یہ عرضداشت خدمت میں ارسال کی۔ اگرچہ جانتا ہوں کہ اس کا جواب نہیں آئے گا لیکن (اب بھی) مجھے آپ پر آدھا گمان ہے اور (اس میں) آزمائش کی گنجائش ہے۔ زیادہ زیادہ۔

آغا صاحب نامہ ریان کی خدمت میں فدیہ یا نہ آداب اور فقیرانہ تسلیمات قبول ہوں۔ اس صورت میں کہ اس گھڑنگا کی طرف سے آداب نیاز کا قبول کرنا فلاں بیک کی چاہ سے رنجش کے امکان کا باعث نہ ہو۔ والسلام اور خاتمہ بالخیر۔

خط (۲۰/۳۷)

تعریف و توصیف و آداب و تسلیمات۔ یہ ساری تمہید غالب و بلوی کے نیاز نامے کا جواب^(۱) بھیجنے کے تقاضے کی ہے۔ اگر بھیج دیا ہے تو شکر صد شکر ورنہ دوبارہ (بجی) درخواست (ہے)۔

۱۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ”مہوریت نامہ“ سے نقل لفظ ”پانچ“ درج ہونے سے رہ گیا ہے۔ ترجمانی قیاس پر کیا گیا ہے۔

بنام ادارۂ جام جہاں نما

خط (۱/۳۸)

اوراق جام جہاں نما کا چہرہ سنوارنے والوں کی نظر میں انصاف کے طالب
اسد اللہ خان کی عرضداشت کا یہ مقصد رہتا چاہیے کہ یہ تنگ وجود کہ جس کا نام اسد اللہ
خان ہے اور جو مرزا نوشہ کے نام سے معروف ہے اور جس کا تخلص غالب ہے اور جو
نصر اللہ بیگ خان (مرحوم) جاگیردار سوگ سونسا کا بھیجتا ہے اپنا حق کہ جو انگریزی
سرکار کا عطیہ ہے فیروز پور کے جاگیردار سے طلب کر رہا ہے۔ اس مقدمے کے احوال
کی تحقیق و تفتیش مرکزی دفتر کے حکم کے مطابق ریزیلنٹی و ملی کے محکمہ والا شان میں
جاری ہے اور اصل مقدمہ عالم پناہ کونسل عالیہ کی عدالت میں زیر سماعت ہے۔ لیکن
چونکہ جاگیردار فیروز پور دشمن ہے اور میں مفلس خاص و عام کے گروہ کے گروہ اس
کی حمایت میں متفق و متحد ہیں۔ اس وجہ سے سارے خبر نگار ریزیلنٹی کے دفتر میں اس
ثواب کی خاطر کہ جو انہیں میرے آزار سے ملنے کی امید ہے میرے مقدمے کے
احوال کو نامناسب عنوانات سے مذکور و مشہور کر رہے ہیں اور جام جہاں نما کے مطبع میں
بھی بھیج رہے ہیں اور یہ خلاف واقعہ خبریں چھپ بھی رہی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ
پورے شہر سے لڑا نہیں جاسکتا اور (ساری) مخلوق کو اپنے حال سے آگاہ نہیں کیا
جاسکتا۔ ستاروں بھرے آسمان اور دشمنوں سے بھری دنیا کا مقابلہ کس طرح کیا
جائے۔ مجبوراً دشمنوں کے دہے سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں اور مطبع کے عمائدین سے
یہ چاہتا ہوں کہ بے کسوں کی حمایت پر توجہ دیں اور یہ چند سطور اوراق جام جہاں نما

میں چھاپ دیں۔ اور آئندہ جو خبر بھی کہ اس سرگشتہ و گمنام کے بارے میں دہلی سے پہنچے اس کو نظر انداز کریں اور جامِ جہان نما میں نہ چھاپیں۔ اور یہ درخواست ہمیشہ کے لیے ہے اور مجھے اس التماس کے قبول کیے جانے پر اصرار ہے۔

بنام شیخ ناسخ

خط (۱/۴۹)

سبحان اللہ

میری متاع کا اس تمام ناقدِ ری کے باوجود (کیا) کوئی خریدار ہے اور میری اس بے حیثیتی کے باوصف کیا کوئی میرا غنودہ ہے! کیا کروں کہ شکر ادا نہ کر دہ جائے۔ بے شک اس سلسلے میں بے اختیار زبان پر آتا ہے ”جان تیرے اوپر قربان ہو“۔ مسابقت میں غیرت اور جان گزاری میں حوصلہ (ہی کی ضرورت ہوتی ہے)۔ وہ جان جسے جو انمرد دشمنوں پر وارنے سے دریغ نہیں کرتے اگر ایک دوست کے قدموں پر فٹھا کر دی جائے (تو) ظاہر ہے کہ اس سے حق و فاسق قدر ادا ہو سکے گا۔

قبلہ اور دیکھی غالب کے قبلہ کا خدا آپ کو سلامت رکھے

مکتوبِ مٹھلیں رقم نے مشامِ آرزو کو معطر کر دیا اور چہرہٴ آبرو سے پردہ ہٹا دیا۔ جناب عالی کے قلم نے پرشِ احوال کے چند پردوں کے انقاس کے زمزموں سے بات کو دو مقاماتِ نشست پر ہمہی عطا کی۔ ایک ڈگری کی رقم کی مقداری پرش کے ضمن میں اور دوسرے سفرِ دکن کی رہنمائی میں۔ پوشیدہ نہ رہے کہ پچھلے فدوی نامے

میں اس ذیل میں جو بات کہی گئی تھی وہ مکمل وضاحت سے تھی۔ ورنہ مجھ جیسے انسان کے لیے کہ جو (قرض خواہوں کے) تقاضوں کی تکفیل کا عادی ہے اور (جس نے) ایک طویل مدت قرض کے اضطراب میں گزاری ہے اس ہنگامے سے دل کو کوئی تنگی اور دکھ نہیں ہوتا اور جتنے روپے کی مجھ سے عدالت میں طلبی کی جا رہی ہے وہ اس لائق نہیں کہ میری طبیعت منقض کر سکے چونکہ پانچ ہزار سے زائد نہیں۔ زیور اور گھر کے فرنیچر کی قیمت سے پورا ہو جائے گا۔ (لیکن) جو (رقم) کہ مجھے ملنی چاہیے چالیس ہزار سے زائد اور پچاس ہزار سے کم ہے۔ لیکن مجال ہے جو کبھی اس رقم کے اجرا کی آرزو دل کے پاس بھی پہنکی ہو میرے حال سے اسے کچھ مناسبت رہی ہو۔ لیکن ہاں اتنا مقدور ضرور ہو کہ بیٹھوں اور مٹھی مٹھی قرض خواہوں کے سرمایوں اور اس بلا سے کہ جسے دنیا کہتے ہیں کنارہ کر کے قلندر بن جاؤں اور ساری دنیا میں گھومتا پھروں۔ یہ جو تھوڑی عمر میں نے ضائع کی اور شاہ اودھ کی مدح نگاری کی اسی تمنا کی بزم کی آرائش اور اسی ہوس کے سرمایے کی دریوزہ گری میں تھی۔ چونکہ کام نہیں بنا اور میرے نقد نے شاہوں کے سنگین دلوں پر اثر نہیں کیا میں نے منہ موڑ لیا اور اپنے آپ پر افسوس کیا۔ اب میں کہاں اور کون کا سفر کہاں۔ تیس سال رنگینیوں اور شراب و نقد میں گزر گئے۔ اب دل میں ان چیزوں کی خواہش بھی نہیں رہی (بلکہ) اب تو قیود تن سے رہائی کی خواہش پیدا ہو گئی ہے۔ بس اب تو صرف یہ آرزو ہے کہ سرزمین ایران گھوموں اور شیراز کے آفتاب دیکھوں۔ اور اگر پائے عمر کو اس عرصے میں ٹھوکر نہ لگے تو انجام کار نجف اشرف پہنچ جاؤں اور اس (ہستی) کا مزار دیکھوں کہ جس نے مجھے میرے اہلاد کے مذہب سے نکالا اور والہانہ طور پر اپنے زمرے میں شامل کر لیا (اور) مستانہ دار جان دوں اور فنا

کے نکلیے پر سر رکھ دوں ۔

غالبؔ روشِ مردم آزاد ہواست
رفقار اسیرانِ رہ و زاد ہواست
ماترکِ مراد را ارم می دانیم
واں باغچہ رضایی شداد ہواست

(ترجمہ) غالبؔ آزاد لوگوں کا چلن اور ہوتا ہے اور راہ و زاد راہ کے گرفتاروں کا رویہ الگ چیز ہے۔

ہم ترکِ آرزوئی کو جنت سمجھتے ہیں ۔ جب کہ شداد کا ترتیب دادہ باغچہ دوسری بات ہے۔

انصاف طاعت سے بڑھ کر ہے۔ سفر کا ارادہ قرض کی زنجیر کے ٹوٹنے بغیر صورت پذیر نہیں ہو سکتا۔ اور جب یہ زنجیر ٹوٹ گئی اور یہ راستے کا پتھر مٹ گیا تو کیا محال ہے جو نجف کے علاوہ کسی دوسرے راستے پر چلوں اور تفت مجھ پر جو اس کے علاوہ کسی کی تلاش کروں۔ چند دلال بھلا میرا فخر کیا سمجھتا ہے اور میری روش کو کہاں پہنچتا ہے۔ بوڑھا سٹھیا یا ہوا جاہل بات کرنے کے سلیقے سے بے بہرہ۔ وہ جو فارسی میں قاتل کو استاد سمجھتا ہے غالبؔ کو کیا کرے گا۔ اور وہ جو اردو میں نصیری کی تعریف کرتا ہے ناسخ سے اسے کیا سروکار۔ اس کی اپنی عمر اسی سے تہاؤز کر چکی ہے۔ میں جب تک اس کے پاس پہنچوں گا وہ (خود) جنم حاصل ہو چکا ہوگا۔

تمت

حصہ دوم

مکتوبات کا فارسی متن

بنام مولوی سراج الدین احمد

(۱)

والی من و مولای من

یکم جمادی الثانیہ روز یکشنبہ بختی سعی
آوارگی در زاویۂ دہلی پایہ بدامن کشید۔ نازم آئین
غم خواری و جان پروری نکویانے کہ دریں سفر دیدہ
روشناس کف پایہ آناں گشتہ کہ وطن را بہ مذاق من
شوریدہ مشرب تلخ تر از غربت ساختہ است۔ باللہ واللہ
ثم تاللہ کہ رسیدن بہ دہلی ہرگز تلافی اند وہ ہجران
کلکتہ نہ کرد تا بہ شادی چہ رسد! بحال تباہی گرفتارم
کہ ہر کہ از اہل نظر مرا بہ بیخند نہاند کہ این رہرو بمنزل
رسیدہ است، بلکہ پندارد، دردمندیست تازہ از وطن
بغربت افتادہ۔ آری، چندینیم و چگونہ چنین نباشد کہ
مولوی سراج الدین احمد و مرزا احمد بیگ خان و
مرزا ابوالقاسم خان را از کف دادہ باشد۔ وائے بر من و
روزگار من! طرفگی این کہ در عرض این سہ سال رسم و
راہ اعیان دہلی برگشتہ و نام مہر و وفا در نہاد یاران
نماندہ۔ از دوستان موافق گروہی بہ آغاز جا خرامیدہ و

سرخوشان یزم انس جرعة فنا چشیدہ . گراں نمایگان و
 صاحبِ دلان درزوایاے خمول خزیدہ . و سفلگان و سفیان
 رونقِ عرصہ دارو گیر گردیدہ . حال دادگاہ از داد خواہان
 تباہ تر و روزہاے مردم از چشم بیوفایان سیاہ تر . یکی از
 آن جماعہ منم کہ تا رسیدہ ام ، بہر سو دویدہ ام و اثر آزم
 در ہیچ طینت ندیدہ ام . معزول بخود مشغول و منصوب
 شہر آشوب . عجب این کہ آن امیدوارِ اعادہ شوکت زائلہ
 است و ایس بیمناکِ فناے سطوتِ حاصلہ . نامہ نامی کہ
 دربانندہ بہ من رسیدہ بود ، سطری از اخبارِ نہضتِ رایات
 جہاں کشاے صاحبانِ خسرو نشان داشت . ہنوز آن
 چنان بروئے کار نیامدہ . ہماناکہ آن حکمِ نفاذ
 نہافتہ باشد می خواستم عرض داشتی بداورِ مظلوم پرور
 نبشتن و بہ شما فرستادن . چون ندانم سرانبردہ بارگاہش
 رونق افزاے کدام مرز و بوم است ، نقش این آرزو را در دل
 گداختہ ام . وہم حالِ عرض داشتی کہ از باندا
 فرستادہ بودم ، ندانم کہ بروچہ گزشت و مرا در دل داد
 رجاے چہ مقدار است . ناچار بہ شما دردِ سر می دہم کہ
 خدا را بیکسیہاے مرا در نظر آورده حالِ عرض داشت
 مرسلہ از باندا و طریقِ گزشتن وی بہ نظر دادر و مقدار

توجہ دی بسویں من آن چہ از انداز و ادا پدید آمده باشد
 رقم فرمایند۔ اگر ملفوف عنایت نامہ مرزا صاحب بہ
 فرستند، آسان تر - و اگر خواهند کہ جداگانہ بہ فرستند،
 عنوان رافت نامہ را بطغرائے این رقم بیارایند کہ ”این
 خط بہ دہلی در حویلی نواب عبدالرحمن خان بمطالعہ
 اسد بہ رسد“۔ خدایے گانا، چون ہرزہ رقم نامہ من از نقوش
 ولولہ شوق سادہ است، افسردہ دل از خودم ندانند، بلکہ
 این مکتوبی است کہ در جوش پراگندگی و آشفتگی بہ
 شما نبشتہ ام تا حال من ہر شما مجہول نہاند۔ پس از آن
 کہ خود را گرد آورده و نفس راست کردہ خواہم زیست،
 نیاز نام ہائے عاشقانہ من آن مایہ خواہد رسید کہ دفتر
 دفتر کاغذ پارہ فراہم خواہد شد۔ والسلام خیر ختام۔
 (پنج آہنگ: ۱۳۵)

(۲)

والی و مولای من

امروز کہ ہشتم شوال و روز آدینہ است، وقت
 چاشت مہربانی نامہ در رسید و صلائے شادمانی بخشید
 و خاطر را از غم و اربانید۔ چون سرنامہ باز کردم، دیدم آن

چہ بہ چشم تصور می دیدم . خدا می من ہا من
 است . بہ بینم چہ می شود دوپہر کام کہ می گردد .
 جواب نامہ نامی را موقوف بر انکشاف حقائق و طلبی
 مرزا غلام عباس خان داشته ام . پس از یک ہفتہ
 خواہم نوشت آن چہ باید نوشت . خاطر جمع دارند بندہ
 خود پندارند . این چند سطر کہ بہ شما می نویسم ' خاص
 از برای دیدن شماست . بکس منمائید ' خود ہنگرید و از
 اندوہ من آگاہ شوید . نخست از ماجرائے داد خواہی
 خویشتن گویم ' تا نہفتگی ہا آشکار شود . سبحان اللہ چہ
 بے تامل از رگ کلکم فرو ریخت کہ از ماجرائے داد خواہی
 خویشتن گویم ! بہ حیرتم کہ چہ گویم از ماجرائے کہ خود
 نیز نمی دانم . مختصر مفید ' بہ دہلی رسیدم و از حکام
 استدعائے اجرائے حکم صدر کردم . ہدید آمد کہ ہیچ حکم
 از صدر نہ رسیدہ است . ہمانان کاغذ گم شدہ بود و بہ باد
 رفتہ . حاکم رحمت کرد و بہ صدر نہشت . مثنیٰ باز آمد .
 حاکم آن را دید و خط بہ شمس الدین احمد خان نہشت و
 حال متعلقان نصر اللہ بیگ خان باز جست . مدعی علیہ
 جواب فرستادہ کہ بہ موجب پروانہ مہری جرنیل
 لارڈلیک بہادر پہنچ ہزار روپیہ سالانہ ہذاں گروہ

می دہم۔ حاکم اصل سند برای ملاحظہ طلبید۔ چون
 رسید، نقلش بہ دفتر داشت و اصل بہ فرستندہ باز داد۔
 نقل آن نقل بہ من عنایت شد۔ جواب آن ہرچہ بہ دانش
 خداداد من پسندیدہ نمود، نوشتہ و بہ محکمہ فرستادم۔
 دیگر جز این قدر نہ دانم کہ حال چیست و ماجرا چہ معنی
 دارد۔ فلان بیگ بہ مقتضای طمع مال کمر بہ کینم
 استوار بستہ اند و در نظر خلق اعانت خواہر و کود کانش
 را سرمایہ تاویل و تسویل قرار دادہ اند۔ من مرد حق جوئے
 حق پرستم، راست می گویم و حق می جویم۔ نہ عدوئے
 شمس الدین خان صاحبم و نہ دشمن خواجہ حاجی و
 پسرانش۔ شمس الدین خان برادر زن من است و خواجہ
 حاجی پسر بارگیر جد من و پسرانش از دو پشت خانہ زاد
 و از سہ پشت نمک خواہ من۔ از احمد بخش خان کہ برادر
 زن عم من و برادر پدر زن من بود، دو شکایت داشتم و
 دارم: یکی تقلیل مقدار وجہ پرورش بے وقوع جرم و گناہ،
 دوم شمول خواجہ حاجی بے ثبوت وجہ استحقاق، و
 مجموع عرائض من ازیں ہر دو شکوہ لہریز است۔
 شمس الدین خان سندی بہ تعداد پنج ہزار روپیہ سالانہ
 بہ محکمہ گزرانندہ و مرا ہیچ ازیں معارضہ پروانہ نیست۔

فلان بیگ زراہ فتنہ انگیزی و خلاف نمائی دشمنہ
 برگلویم رائندہ و مرا ہیچ ازیں عربدہ محابانہست۔ پشت
 گرمی من اولاً بہ امید عدل و داد اہالی سرکار است و ثانیاً
 بہ اعتماد حق گوئی خویش۔ واللہ یفعل ما یشاء و یحکم
 ما یرید۔ کارہا بخدا سپردہ ام و از ہجوم اعدا پاک ندارم۔
 سرموے از تن ابراہیم در آتش نمرود نہ سوخت و گرد
 فتوری از انہوہ سحرۃ فرعون بر اندام موسیٰ نہ نشست۔
 مرا چہ ضرور است با خداے توانا بدگمان بودن و از
 فتنہ انگیزی اعدا ہراسان بودن!

حال جامہ گذاشتن کرنیل املاک صاحب پیش
 از ورود گرامی نامہ بہ زبان یکے از صاحبان والا شان
 شنودہ ام۔ ہر اے مخدومی مرزا ابوالقاسم خان صاحب و
 مشفق آقا محمد حسین صاحب سخت غمین بودہ ام۔
 خدا کند‘ در وصیت نامہ امری مندرج باشد کہ بر اے این
 صاحبان کفایت کند! افسوس‘ از حال مخدومی نواب
 مہدی علی خان بہادر خہرم نیست امن خود ازیں
 سراسیمگی ہا‘ کہ از یمن و ہسار در شکنجہ بیم و خطر
 کشیدہ اند‘ مجال نامہ نگاری نیافتہ ام‘ و نواب صاحب را
 کجا دماغ یاد آوردن خاکساران است۔ ہمیں دم در حالت

تحریر این سطور مرزا داؤد بیگ رسیدند و نامہ مرقومہ ۲۸ رمضان رسانیدند. چون جواب آن مجموع مراتب بطریق کشف پیش از ورودش نگارش یافته است، به پاسخ تازہ التفات نکردم. فلان بیگ حال مرا پرسیده اند. خوشحال من کہ خدا را توانا و دانا میدانم و انبیا را مرسل من اللہ و حسین را بنده حق و طالب حق و برگزیده حق می شناسم و یزید را ظالم و نا انصاف و فاسق می شمارم! زیاده زیاده است۔

(۳)

والی من و مولای من

ہفت دہم شوال و یازدہم اپریل، روز یکشنبہ دم صبح بوقتی کہ باد بہاری دروزیدن و غنچہ در شگفتن و گل درد میدان بود، دل کشا نامہ رسید و جیب و کنارم بہ گل انہاشت و مسرت و رودش مرا بہ سرمایہ نشاط تونگر ساخت. بہ خدا کہ رسیدن این نامہ از حوصلہ تمنای من افزون بود، چہ خود من از سراسیمگی ہرزہ عنوان نامہ بہ کانپور فرستادہ بودم. نہ نشان دولت کدہ در نظر داشتم و نہ زمان و رود شما می دانستم. بالجملہ نامکتوب شما را

نگریستم 'صدبار ہلک پیش' ہر سرو چشم نہادم و جان
 برفرق فرقدان سائے شما نثار کردم۔ ہم مرا از تفرقہ رسیدن
 و ترسیدن نامہ من نجات دادید و ہم مرا از تردد حرکت و
 سکون خود و رہانیدید۔ بر سلامت حال شما سپاس
 بہ جائے آوردم و خدائے را ثنا ہائے بے اندازہ گفتم۔ حقاً کہ
 از خوبان روزگارید۔ سلامت باشید۔ انصاف ہائے
 طاعت۔ مرزا احمد بیگ خان عالم مہر و جہان وفایتند۔
 دو سہ ماہ از حال من چشم پوشیدہ بودند و از تحریر دست
 باز کشیدہ۔ ہفتہ می گزرد کہ دو تا نامہ از آن جانب رسید۔
 عذر کوتہ قلمیہا خواستہ بودند و حالہا بہ تحریر در
 آورده۔ ازیں سو نیز پاسخہا رواں شدہ۔ بہ تقریب اطلاع
 باز گفتمہ شد۔ جان من 'ماجرای این است کہ مرا از آغاز تظلم
 از احمد بخش خان دو شکایت است: یکی تقلیل مقدار
 وجہ پرورش و دوم شمول خواجہ حاجی۔ اکنون کہ کار بہ
 دادرار افتاد' بالفرض اگر ہمہ پنج ہزار روپیہ وجہ
 پرورش متعلقان نصر اللہ بیگ خان قرار خواہد یافت
 مرا خود شکوہ شمول حاجی خواہد بود۔ بہ خدا کہ

۱- کج گفتار و ادراک نادر ہے۔ اور درجہ سہمی تکیاں پر کیا کہا ہے۔

فلاں بیگ در پی آزار من است و اعانت خواہر زادگان را
 دست آویزستم ساخته است آخر روزے بود و روزگاری
 کہ فلاں بیگ و شوہر خواہرش ہر دو در رسالۃ نصر اللہ
 بیگ ہی چارہ نوکر بودند . اینہا از سہ پشت نمک پروردہ
 آبای منند و آن کافر غدّار پس از مردن عم من پراگندہ
 چند را کہ فلاں بیگ از آنان بود با خود گرد کردہ نقد و
 جنس و اسب و فیل و خیمہ و خرگاہ عم مرا پاک
 خورد . حالا ہر خے برای سیرابی بیان و سختی جہت پرکن
 صفحہ حال اصل مقدمہ شرح میدہم کہ جان من بلکہ
 خوش تراز جان من ' تا بہ دہلی رسیدم و از حکام
 مستدعی اجرای حکم صدر شدم ' ہدید آمد کہ نقل رپورٹ
 کونبرک صاحب موجود است و نشان حکم صدر در دفتر
 ہدید نیست . حاکم خواہی از راہ توجہ ' خواہی موافق
 ضابطہ ' خواہی برای اثبات صدق و کذب دعوی من بہ
 صدر نہشت . چون راست گفتہ بودم ' مثنیٰ از صدر
 رسید . حاکم خط بہ مدعی علیہ نوشت . مدعی علیہ
 سندی بہ مہر جرنیل لیک صاحب مشتمل بر تعداد
 پنج ہزار روپیہ سالانہ فرستاد و گفت : " بہ موجب این سند
 پنج ہزار روپیہ بہ خویشان نصر اللہ بیگ خاں می دہم " .

حاکم نقلِ آن سند بہ من داد و از من جواب طلبید . من جواب آن سند بہ محکمہ رسانیدم . فی الحقیقۃ آن سند جعلی است و من جعلیت آن سند را بدلائل ثابت کردہ ام . از آن جملہ یکی اینست کہ نقلِ آن سند از دہلی تا کلکتہ در ہیچ کدام دفتر کردہ نیست . حالیا حالِ دادگاہ اینست کہ حاکم در آمیزش بستہ و باعثکاف نشستہ است . کارها در ہم و حالها بر ہم . اہل دفتر سو گند می خورند کہ جز پروانہ ہائے ماہ واری ہیچ گونه تحریر دست نزدہ ایم . و مشاہدہ نیز گواہ این معنی است . حاکم کجا ' تابوے رسم و حالها یاز گویم اتا کہ حاکم بار می داد ' می رفتم و می نشستم . چون ذوقِ شعر و سخن داشت ' اغلب اوقات سخن ازین عالم می رفت و مطلب ہم گفتہ می شد . در آن روزها موقعِ این راز نہ بود ' چہ مفسد سربہ شورش برندا شتہ بود . چگونہ پیش از مرگ و اوایلا کردمی ؟ ایدون کہ گردفتنہ بلند شد ' مرا چہ کہ ہیچ کس را بہ داورِ راہ نیست . گویند ' حاکم آن می خواہد کہ اگر مرانوید استقلال از صدر رسد ' بہ کارها گرایم . باید دید این تفرقہ کے برخیزد و حاکم مستقل درین میانہ کہ باشد . ماجرانے داد خواہی غالبِ بلا کش اینست کہ بہ سہیل

ایجاز و اختصار گفته شد.

(۴)

جاننی که الحظ اجزای آن به تحلیل رفته و
کدورتی چون دُرد از باد و خاکستر از آتش و مانده است
اگر به پای دوست افشانم ترسم که پای نازنینش رنجه
گردد و اگر آمادۀ این نثار نگردم در عالم و داد شرم
سارباشم چه کنم تا حق محبت گزارده و سہاسِ عنایت
بجا آورده باشم؟ مشاہدہ صفوت نامہ خلت رقم دیدہ را
آئینہ دار جلوہ شاہد مدعا ساخت و عالم عالم اسرار
در نظر آورد: اغلب کہ بعد ارسال این ہمایوں صحیفہ نامہ
دیگر از اسد اللہ بہ نظر گزشتہ باشد. سخن این است کہ
بارگرانی دارم اگر دوش ہمت نہ دزدند و کرہمانہ این بار
گران را کشیدن توانند و دانم کہ چنین کنید؟ چہ از
کریمان روزگارید؟ حال آن داد کدہ و اوضاع اعیان آن
گرامی محکمہ در نظر دارم. حقاً کہ ہم چنین است کہ رقم
کردہ اید. اما دردمند چہ کند؟ اگر نذالد؟ ماتم زدہ جز مویہ
چہ داند و مجروح جز مرہم چہ جوید؟ حال پرنسپ
صاحب میدانم کہ بدیسی معاملہ علاقہ نہ دارند. لیکن

چوں از من و کارِ من پارهٔ آگاہند و در عهد حکومت خود
 مرا پیش نواب معلی القاب به جلالت قدر و اشاعت
 استحقاق ستوده اند، دوستانه مکتوبی نوشته ام. خدایا
 این قدر به ظهور آید کہ نامہ مرا فروگیرد و وکیل مرا
 ہوکالت بہ پزیرد. آن گاہ کارها انساب و امید ہا فراوان خدا
 را سعی باید کرد. و این خود از تنگ ظرفی من است کہ
 خود را پیش شما سفارش می کنم، ورنہ در حقیقت کار من
 کار شماست. و انصاف بالائے طاعت، اگر کار خود را کار
 شما نمی دانستمی، چہ گونه این سترگ رازها بہ شما
 می نہادم و خود را سراسر بہ شما می سپردم! رعایت این
 معنی باید داشت کہ ہر نامہ کہ از من ہرسد، آنرا بہ خوانید
 و بہ مولانا بہ نمائید و از ہم بدید و بہ آب و آتش افکنید۔
 مطلب قدیم را بہ دوشی (۱) جدید پیرایہ اظہار دادہ نزد
 منشی صاحب فرستادہ ام۔ آن را بنگرید و بہ سنجیدہ و
 بہ مخ کارها وارسید۔

(پنج آہنگ: ۱۳۳)

۱۔ درست "ہدوشی چہ" معلوم ہوتا ہے۔ اردو ترجمہ اسی قیاس پر کیا گیا ہے۔

قبلة حاجات

دی روز کہ پانزدہم اکتوبر بود 'قدسِ صحیفہ' مکتوبہ بست و نهم ستمبر با یک ورقِ آئینہ سکندر رسید. اما در آن لفافہ اوراقِ اخبار را ہر چند جستم کمتر یافتم. تنہا ورقِ اشتہار بود 'دیگر ہیچ - گفتم: "مخدوم فرستادن ورقی کافی شمرده باشند". چون نامہ کشردم و جادۂ سطورش بہ پای نگاہ پیمودم 'دیدم کہ مخدوم اوراقِ اخبار را بالا ستیعیاب در لفافہ نشان می دهند و آن خود دریں لفافہ وجود ندارد. دانستم ہنگام پیچیدن نامہ نور دیدن تمام اوراق از یاد رفتہ باشد. بایّ حال دیدہ بہ مشاہدۂ ورقِ آئینہ سکندر نورانی گردید و روانی عبارتش نظارہ را بہ گوہر کشید. بیان پایّ خوش و خبر پایّ دل کش. مردم این دیار بسکہ از نامعتمدی اخبار جام جہاں نماملول اند 'ذوقی درست باخبار نہ دارند. بالجملہ کہ مراسعی در رواج این اوراق بیش از آن است کہ گفتہ آید 'اما عجالاً بر این مراد خیرہ نہ توان شد. اخوی صاحب قبلہ بطوع خاطر خریدار اوراق اند 'ہلک ہا من پیمان یک دلی بستہ سعی در رواج اخبار

دارند. مع هذا بریں مایہ کوشش قانع نیستم. وثیقہ ہائے
دگران نیز خواہم فرستاد. از حال معاملہ آن چه نگاشته
کلیک تفقد طراز بود 'جہل مرا بہ پیرایہ علم آراست' اما
نگرانی باین قدر آگہی از دل بر نہ خاست.

(۶)

قبلہ من'

زمانہ دراز گزشتہ ومی گزرد کہ بہ سواد گوہرین
نامہ دیدہ توتیائی نگشتہ. ازین پیش آن چه بہ حکم
نوازی نوازش کردہ اید 'نقش نگین ضمیر است. خاصہ
ہم در آن باب خار خاری دارم کہ محاسب خیال مدت
رسیدن پاسخ را بہ پایاں برد و ہنوز رنگی از آن بہار پدید
نیست. ما جرأے من اینست کہ از دادکدہ این خلاف آباد
خود را بہ یکسو کشیدہ نقش دیوار غم خانہ خویش
گردیدہ ام. شمع امید در بزم خیال افروختہ و چشم بہ
دادگریہاے حکام صدر دوختہ دارم. چہ گویم کہ حکام
اطراف چہ ہنجارہا سر کردہ اند و چہ شیوہ ہا پیش گرفتہ!
اگر روزگارے ہم بدین نہج خواہد گزشت 'خانمانہا غرقہ
سیلاب فنا خواہد گشت. خاصہ اندرین دیار کہ عمائد
روزگار غمازی و نمائی اختیار کردہ اند و حکام گوش

رغبت بدین مردم داده عالمی بر عرض و مال خود لرزان
 است. خستگان را مرهم نوازش جز به دارو کدۀ صدر نشان
 نه داده اند، 'چه در آن بارگاه حیف و میل را روئی نیست'
 ورنه ہر سو غبارِ فتنہ بلند و آتشِ بیداد تیز است. امروز
 کہ ۱۲ جنوری ست، 'جامِ جہاں نما آئینہ شہودِ این خیر
 گردید کہ در آن ناحیت و با شائع است من کہ خیر خواہ و
 دعا گوے دوستانم، 'چه گویم کہ چہ قدر در اضطراب
 افتادہ ام. امید آن دارم کہ چہ زودتر بہ داد گریہاے من
 فرا رسید و نوید عافیت خود و دیگر منسبان و مخلصان
 خویش بہ فرستید، تا خاطرِ مشوش را ذریعہ تسکینی
 خواہد بود. چون بدیہی است کہ ملازمان از راہ شفقت و
 تفقّد پارہ از حال سرانجام کار این ستم زدہ نگارش
 خواہند فرمود، در استدعا ابرام نہ کردم، تابد راز نفسی و
 خیرہ سری متّصف نباید شد. مخفی مماناد کہ زودی در
 نگارش پاسخ این نامہ جان بہ مردہ و آب بہ تشنہ
 بخشیدندست نست و کورنش من بہ ہزار رنگ خم تسلیم
 بہ جناب مولوی صاحب قبلہ عرض داشتی و سلام و
 شوق دیدار ہصد گونه مؤذت و وداد بہ خدمت
 آغا صاحب گزارش کردنی است. فقط

(پنج آہنگ: ۱۲۹)

بر ضمیر منیر قبلہ ارباب صفا پوشیدہ مباد کہ
 پس از روزگاری بہ ورودنامہ شادمان گشتہ سپاس
 عنایت بہ اندازہ طاقت گزارده ام ' و دل را بہ سرمایہ امید
 محتشم ساختہ بالجملہ ناسازی مزاج مولوی صاحب
 قبلہ در تائب و تبم افگندہ دود از نہاد صبر و شکیب
 برانگیختہ است۔ شما و عم بزرگوار شما از گران مایگان
 دہرو نیکوان روزگاراید۔ یارب ' سلامت باشید و دیر بہ
 مانید و جاوید گردید و از دہر نیکونی ہا بہ بینید و
 بہایہ ہا بہ بلند رسید۔ یاد می کنم آن مہربانی ہا بہ شما
 کہ مرا بہ گوناگون پرسش و نوازش نواختید و غم غربت و
 اندوہ تنہائی از دلم ربودید۔ تا از شما دور افتادم ' روی
 راحت نہ دیدم و بوی وفا نہ شمیدم۔ خدا را ' اگرچہ بدان
 نیززم کہ نامہ زود زود باید نوشت ' اما لطف گاہ گاہ دریغ
 نباید داشت۔ دریں ہنگام کہ دل بہ طرف حضرت مولوی
 صاحب نگران و مزدہ صحت و خوبی جویانست ' فرمان
 دادہ اید کہ غالب مغلوب مزخرفات خود را بہ نظر اعجاز
 اثر در آرد۔ جان پرورا کجا آن روزگاران کہ دست نوازش
 بردوش کلک رقاص کشیدمی و بہ نیروی فکر پنجمہ

ارباب فن برقافتمی۔ حالیا با خودم آویز شاہے
 رنگ رنگ و قافیہ سخن سنجی تنگ است۔ با این ہمہ
 آتشم ہے دود نیست۔ ریش دل درخونا بہ فشانی است و
 ناخن فکر سرگرم جگر کاوی۔ غزلی چند کہ از تازگی
 اندیشہ خبر می دہد، بتوقع اصلاح رقم می گردد۔

(۸)

این پوزش نامہ ایست از غم دیدہ اسد بہ جناب
 فیض مآب والی ولایت معنی 'مولوی سراج الدین
 صاحب۔ عنوان گزارش مدعا این کہ نگارش نامہ بہ
 جنبش نسیم ورود، جیب و کنارم را جہ ۱۱، گل اپناشت۔ و
 رنگ و نگارش پاسخ لاابالیانہ نبود۔ می خواستم کہ
 سرمایہ تحریری دست بہم دہد و برق آگاہی از پردہ
 بدرخشد۔ ایدون، کہ جادہ مدعا طلبی بہایاں رسید، خامہ
 بفرق شتافتن آغاز کرد و شوق ہنگامہ پاسخ نگاری
 ساز کرد۔ فیض رساناء نامہ نامی شما از صحت وجود
 فائض الجود حضرت مولوی محمد خلیل الدین خان

۱۔ "جیب و کنارم را گل اپناشت" درست معلوم ہوا ہے۔ اردو ترجمہ اس کی کیا کیا ہے۔

آگه‌م ساخت. و حقاً که پژوهنده این خبر و جوینده این نوید
 بودم. از من آداب زمیں بوس رسانند و عذرِ کوتاه قلمیها
 از خواهند. امید که در عرضِ یک دو هفته به خود آیم و
 خود را به ذریعۀ تحریر فریادِ خاطرِ عاطرِ شان دهم. دیگر
 ہمدرد آن مشکینِ صحیفہ دعا گوے خود را مژدۀ ایمانی
 سرانجام خدمت استفتادادہ اید و وثیقہ کہ ذریعہ استفتا
 تواند بود، نہ فرستادہ اید، اگرچہ خود نیز از نفرستادن آن
 کاغذ و وعدہ ارسال آن در روزگار آیندہ اشعار فرمودہ اید.
 بہر رنگ از منتظرانِ ایمانی سرانجام خدمتم
 توان دانست. مرا آنچه از گردشِ سپہر و ستارہ پیش آمد،
 این ست کہ بتاریخِ چارم منی کہ با یازدہم ذیقعدہ تطابق
 داشت، 'رپوٹ مقدمہ من بہ صدرِ روان شد. ہی ہی چہ
 رپوٹ و کو مقدمہ ا رپوٹی چون طرہ خوبانِ خم اندر خم و
 چون حالِ دل بستگانِ درہم. از آن جا کہ در آغاز داور را
 بر خویش مہربان شناختہ ام، 'شرمم باد' اگر سخنِ دراز
 کنم و نوائے شکوہ ساز کنم. اگر بنائے امیدم را استواری
 پایہ تحریرِ صدر نبود، 'اعیان این دادگاہ رخنہ در بنیان
 وجودم افگندہ بودند' و زہرِ ہلاہل بہ ساغرِ مرادم کردہ.
 انصاف بالائے طاعت، 'باین ہمہ ناسازی زمانہ غدار'

مذاق تحریرِ رپوٹ آن قدر ہا ناگوار ہم نیست۔ غایت ما فی الباب ایس کہ ہار آوردن نہال مراد روزے چند دیر خواہد کشید۔ منت ایزد را کہ عاقبت بخیر است دیگر مدعی ناانصاف کہ بہ کلکتہ در غیبت من گرد فتنہ برانگیختہ و طرح بنائے مجادلہ ریختہ است نہ دانم چہ زبونی در کار خویشتن دید و چہ جواب زہرہ گداز از ہار گاہ یافت کہ حالیا بہ خواہر زادگان خود نہشتہ است کہ من از فکر کار شما غافل نیستم اما شما را باید کہ نخست رجوع بسر رشتہ رسیدن تلی دہلی آورید و صفحہ چوں روی خود سیاہ کنید و بدر گاہ رسانید تا مراسر مایہ آویزش بہ صدر تواند بود و بس۔ نگارش این یک دو سطر محض بہ تقریب آگاہانیدن شماست والسلام۔

(پنج آہنگ: ۱۴۴)

(۹)

دل نواز نامہ پس از عمرے رسید و عمری دیگر بخشید تا عمر بہ اندوہ سپری شدہ را تلاہی تواند کرد۔ اما شاد کردن دلی کہ نہادش بہ غم سرشتہ باشد نہ

آسان است۔ منم کہ چون نامہ شمارسیدی 'مستانہ از
 جامے ہر جستمی و جہان جہان نشاط اندوختمی۔ اینک
 تا چشم بہ سواد آن صحیفہ دوچار گشتہ جہان در نظرم'
 تیرہ و تار گشت۔ نخست 'آنچہ در نظرم جلوہ کرد' خاطر
 آشوب خبرے بود کہ دل تا جگر خون ساخت یعنی از
 جہان 'رفتن خواہر عزیز۔ از آن گروہ نیم کہ چون از
 دوست جدائی روے دہد' رسم و راہش از یاد ہرند و
 معاملات فراموش کنند۔ ایس مخدومہ مرحومہ ہمانست
 کہ تادر کلکتہ خبر ناسازیش رسیدہ بود 'دل شما از دست
 رفتہ و سراسیمگی سراپاے خاطر را فروگرفتہ۔ در نظر
 دارم کہ مردنش بردشمنان شما چہ قیامت گزشتہ باشد۔
 توانا ایزد پاک شما را صبر عطا فرماید و تنومندی دل و
 توفیق رضا ارزانی دارد و ایس سانحہ را در روزنامہ عمر
 شما خاتمہ مکارہ و مقطع مصائب گرداند۔ و ارسیدم کہ
 جناب مولوی صاحب قبلہ بعارضۂ بواسیر رنج ہا
 کشیدہ اند' اما بفضل ایزدی راحت ازان رحمت یافتہ اند۔
 بیکس نوازیہاے آن قبلۂ نیکوان در نظر دارم 'دعا گوے
 حضرت اویم۔ کورنش من باید رسانید و ایں بہت از جانب
 من عرض باید داشت۔

گرچہ دورم از بساط قرب، ہمت دور نیست
 بندہ شاہ شمانیم و ثناخوان شما
 آشکار شد کہ مخدوم مرا از علاقت تازہ
 خوشنودی نیست۔ ہر آئینہ انکشاف این معنی
 صحرا صحرای غبار ملال بر خاطر ریخت۔ خدا را دل
 تنگ نتوان شد و کلکتہ را غنیمت باید دانست۔
 شہری بدیں پاکیزگی و بہارستانی بدیں خرمی در گیتی
 کجاست! خاک نشینی آن دیار از اورنگ آرائی مرزبوم
 دیگر خوش تر۔ من و خداے من کہ اگر متاہل نبودمی و
 طوق ناموس عیال بگردن نہ داشتی، دامن ہر چہ
 ہست افشاندمی و خود را بدان بقعہ رساندمی۔
 تازیسمتی، در آن مینو کدہ ہودمی و از رنج ہوا ہای
 ناخوش ہندوستان آسودمی از ہے ہوا ہای سرد و
 خوش آب ہای گوارا! فرخا بادہ ہای ناب و خرما
 ثمر ہای پیش رس! چنانچہ غالب دہلوی گوید:
 ہمہ گر میوہ فردوس بہ خوانت باشد
 غالب، آن انبہ بنگالہ فراموش مبادا
 (پنج آہنگ: ۱۴۶)

عمر من و جان من

پس از رسیدن گرامی نامه در بند آن بودم که پاسخ گزار شوم و ماجرای خود را شرح دهم. دی که پانزدهم ذی الحجه روز دوشنبه بود خبر رسید که مجموعه مکارم اخلاق را شیراز و وجود از هم گسیخت. خاک بدهم 'مستر اسٹرلنگ جان بجان آفرین باز داد. کاش رونین گذاخته در روزنه گوشم ریختندی و این خبر سامعه کوب نه رساندندی! اکنون امید غم خواری از که بایدم داشت و دل را به خیال گردش چشم که تسکین داد؟ رهوتی که جناب مسٹر فرانسس باکنس بهادر در مقدمه ای کشتنی و سوختنی به صدر فرستاده اند چه گویم که چه قدر با امید کاه و اندوه فزای بوده است! تکیه بر کارسازی های آن چابک خرام بیدای فنا داشتم. گردفتنه که مدعی ناانصاف در ره گزیر مقصود من برانگیخته است چه گویم که چه مایه نظاره خراش و اندام فرسای بوده است! در پناه سایه دست حمایتش آسوده می زیستم. اکنون از هر دو سو فلک به کام دشمن است. کو مقدمه و کدام رهوت!

ہزار من خستہ چہ ہرسی کہ چہ حال است ترا؟

حالی من، حالی سگان، این چہ سوال است ترا؟

خدایے را، در پاسخ این نامہ درنگ روا ندارید و

حالیہا مفصل رقم فرمائید کہ آن والا گھر را چہ روئے

داد و آن نونہاں حدیقہ مرد می را کدام تنہ باد از پایے

افگند، و پس از وی سرانجام دفتر کدہ چہ شد و جایش

کہ گرفت؟ آیا ہماں سیمین، فریزر بہادر بہ سکرتری

کونسل عالیہ پائے ثبات افشردند یا دیگری را بروئے

کار آوردند؟ دیگر آن چہ ازین عالم ہر شما پدید آمدہ

باشد، کوتہ قلمی مکنید و ہر چہ زودتر بہ نویسید.

اگر چہ نامی نامہ خبر از ترقی کہ در حال خیر اشتمال

مخدومی جناب مولوی خلیل الدین خان صاحب پدید

آمد، دادہ و درہایے فردوس ہر روئے تمنا کشادہ است،

اما بہ خدا کہ سرو برگ آنم نیست کہ لفظی بہ لفظی بہ

پیوندم و گلدستہ تہنیتی فراہندم. والسلام و ہوخیر

الکلام.

(پنج آہنگ: ۱۲۹)

قبلہ من

ہارہا بہ خاطر می گزرد کہ مگر مولانا سراج الدین احمد بہ کلکتہ رفتند ورنہ این قدر از من بیگانه گشتن و در عرض ایس ما یہ مدت بہ نامہ (۱) نیاوردن چہ امکان داشت۔ باز می گویم کہ اگر در واقع چنین است چہ بود کہ مرا آگہی ندادند؟ گاہے بدل می خلد کہ رعایت خاطر احباب فرمودہ اند و از من و حال من قطع نظر نمودہ۔ من و خدا کہ دل در پی معرکہ می ایستد و خاطر این اندیشہ فتویٰ نمی دہد! مقانت طبع و استقامت ضمیر و استواری عہد و صدق دعویٰ شما مرا ازین وسوسہ باز می دارد۔ بالجملہ حیرت زدہ اوضاع روزگارستم و گشتہ گردش لیل و نہار۔ عرض داشت موسومہ جناب مستطاب مولانا حضرت مولوی عبدالکریم صاحب در نورد نامہ موسومہ شما بہ شما فرستادم۔ امید آنم بود کہ جوابی دل نواز تر از نسیم بہار خواہد رسید و طبع را خرمی خواہد بخشید آنہم نہ شد مہسر و سوداے خام شد۔

۱- لفظ "نامہ" کے بعد متن میں "یا ذرہ کیا ہے۔ اور پھر یہی کیا ہے کیا کیا ہے۔"

قطع نظر از کامیابی و ناکامی خویش حیران بیریپی
 اوضاع دہرم و ہیچ نمی (۱) مهمم کہ قاعدہ ہا چرا برگشت
 و رسم ہا از چہ واژگون شد۔ از دو ماہ می شنوم کہ مارٹن
 صاحب رسیدنٹ حیدرآباد بہ رسیدنٹی دہلی نامزد شدند
 و در دہلی ہنوز گردے از مقدمش پدید نیست۔ عماید قوم
 حکام نیز خبر ندارند کہ آن صاحب مجهول الحال
 کجا ست و در آمدنش در رنگ چراست۔ دیگر خبر ندارم
 کہ بعد مردن مسٹر اسٹرلنگ بر دفتر خانہ چہ گزشت۔
 ایس قدر منقح شدہ است کہ ہنوز سیمین فریزر بہادر کار
 سکرتری می کنند و بس۔ خبر است کہ جناب نواب گورنر
 جنرل بہادر در ماہ اکتوبر بہ ہندوستان می آیند۔ سال
 گزشتہ رست خیز عجیبے در اشخاصِ عملہ و منتسبان
 دفتر دیدہ ام۔ بلکہ ہمداران ہنگامہ من ہم زورق بطوفان
 بلا افگندہ ام۔ ہنوز خبر مقدم جناب نواب معلی القاب
 ہاورم نمی آید۔ کاش در زمرہ داد خواہان محسوب
 نبود می تا فارغ ازین کشاکش زیستمی و خوش و ناخوش
 را یک دست دانستمی۔ چہ کنم کہ دل از عربدہ تنگ

۱۔ رست "پچانی فیم" معلوم ہوتا ہے۔ اور در براسی تپاس پر کیا گیا ہے۔

است و دستم زیر سنگ۔ از جملہ اخبار وحشت انگیز
 یکے ایس است کہ بعض ثقات می گویند کہ جناب نواب
 گورنر بہادر پریوٹ کونسل قرار دادہ اند و رام موہن رائے
 یکی از اجزائے آن کونسل است۔ اگر چنین است ہر حال
 خودم خون باید گریست۔ شما نیز ازین پردہ خبری دارید۔
 ہمہ تن چشم حیرتم 'خاصہ در مقدمہ خوبستن کہ مبادی
 آن بچہ رنگ استوار بود و حالیا چہ پیش آمدا گرفتہ کہ
 نبودن استرلنگ بہادر طرح این نادرستی ریخت۔ آخر
 مجموع صاحبان کونسل ہماں بودند کہ آغاز کار مرا
 پروازہ روانی دادہ اند۔ بدسعایتی کہ حاکم دہلی دربارہ من
 کرد' چرا حکم سابق را فراموش کردند؟ لِّلّٰہ در قائل :

ناکامی و کامیابی ما سہل است

اما ز ادائے ہرے روش می رنجیم

نادر تر از ہرچہ گمان کردہ شود این ست کہ امرے
 کہ باعث تذلیل و تخریب فلاں بیگ شدہ بود 'یعنی
 رشوت ستانی ' حالیا در عہد کسے کہ من کشتہ اوہم ' آن
 قدر ہا رواج دارد و کہ بہ گفت و بیان نہ گنجد۔ حیرتم است

۱۔ "پروازہ روانی" درست معلوم ہوتا ہے۔ امروز ہمسای قیاس پر کیا گیا ہے۔

کہ نواب گورنر بہادر چرا بدیں سو توجہ نمی فرمایند و خلق خدا را از چنگ این ظالم نجات نمی دهند۔ دیگر داغ گرمی این اتفاقم کہ احباب کلکتہ مثل نواب علی اکبر خان و مولوی ولایت حسن صاحب و رائے رتن سنگھ سیما جناب مرزا احمد بیگ خان از دو ماہ سطرے ہنام من ننوشته اند۔ حالیا چہ کنم و قطع نظر اعانت خبر از کہ جویم و چہ گونه دریابم کہ حالِ آن ناحیہ چیست؟ زور من بہ شما می رسد و شما را نہ امروز بلکہ از نخستین روز صاحب دل و روشن روان شناخته ام۔ برائے خدا و بحق مودتی کہ میانہ من و شماست 'رحم آورید و اجمالاً حالہا آن چہ بر شما مکشوف باشد بر نگارید تا خاطر شکستہ بہ تسکین گرایدا والسلام۔

(۱۲)

قبلاً دیدہ و دل سلامت

حیرتی داشتم کہ بہ مرگ ناگاہ در گزشتنِ امیر جوان دولت جوان سال برائے چیست و کارپردازان والا کدہ قضا و قدر ازیں سانحہ سترگ کدام نتیجہ منظور دارند : حالیا حالی شد کہ بہ سیلاب فنا دادن

بنائے امیدواری غالب شوریدہ بخت می خواستند و آن صورت نمی بست ، الا به ظهور ایس طوفان ہوش ربا۔ توضیح ایس ابہام آن کہ فرماندہ ایس خراب آباد کہ مسٹر فرانسس ہاکنس بہادرش نامند ، با جاگیر دار فیروز پور عقد موافقت و مراقت بستہ ، خواست کہ مرا بہ کشتن دہند۔ رپوٹ چنانکہ خواست بہ صدر فرستاد۔ می سنجیدم کہ مرجع کار داور فرشتہ خوے حق شناس است۔ بچارہ گری خواہد نشست و اصلاح حال رپوٹ خواہد کرد۔ قضا را ، اتفاق چنان افتاد کہ پنج روز بعد از رسید رپوٹ امید گاہ مرا اجل در رسید و چشم جہاں بینش فرو بستہ شد۔ نہ دانم بر سر رپوٹ چه آمد۔ یاد خواہد بود کہ فرو ملتزمات روز وداع بداور سپردہ آمدہ بودم و گزشتن آنرا بہ معیت رپوٹ می خواستم۔ آنہم ہم چنان مطمورہ نشین زاویہ عدم ماند۔ چه دانم کہ در آنجا بخت بدبامن چه کرد ! ایس جا صاحب اسٹنٹ رسیدنٹ مرا طلبید و گفت کہ مسٹر فرانسس ہاکنس صاحب بہادر رسیدنٹ دہلی می فرمایند کہ تجویز کردیم و حکم دادیم کہ متعلقان نصر اللہ بیگ خان پنج ہزار روپیہ سالانہ موافق سند گزرانیدہ جاگیر دار

فیروزپور، چنان چہ در ماضی یافتہ آمدہ اند، در مستقبل می یافتہ باشند۔ فرورفتہ و از حیرت جنون کردم کہ این بندہ خدا چہ می فرماید! این پنج ہزار روپیہ را من خود بہ کونسل نشان دادہ و از ہی مقدار ناخوشنودی خود ظاہر ساختہ طالب فیصلہ جدید بودم ام۔ تجویز کونسل را چہ شد و فرماندہان صدر را چہ پیش آمد؟ دہ ہزار روپیہ مندرجہ تحریر کرنیل مالکم صاحب کہ بردہ من و خدا! اکنون از شش جہت در چارہ جوئی فراز و عالمی را با خویشتن ناسازی می بینم۔ خواستہ ام کہ عرض داشت بنام نامی نواب گورنر جنرل بہادر بخدمت سیمن فریزر بہادر بہ فرستم، تا ترجمہ آن بہ کونسل بگذرد و صاحبان صدر حال مرادریابند۔ اما دریں امر عنایتی از جناب مولوی صاحب و قبلہ باید، تا کار روان گردد۔ چون می ترسم کہ در آن انجمن نیز بے دردی جگر تشنہ خون من است، امید کہ خدمت حضرت مولانا از جانب خود بعرض رسانید کہ اسد اللہ واجب الرحم است و استعداد غلامی و خدمت گزاری دارد۔ علی الرغم عدوسی در آن باید فرمود کہ عرض داشت وی مترجم بخط انگریزی گردیدہ بہ اجلاس کونسل بگذرد، بلکہ مبادی حال اور

اپارہ بگوش صاحب سکرتر باید دمید ' تا نامرادی را بیاد
آرند و خستہ را بہ شناسند . فقط

(پنج آہنگ : ۱۲۰)

(۱۲)

قبلہ من '

تا شنودم کہ بہ کلکتہ رسیدید ' خدامے را شکر گفتم
و سپاس ایزدی بجا آوردم . صفای عقیدت خودم را نام
کہ نرسیدن مودت نامہ را بر بیگانگی و فراموشی گمان
نہ کردہ ام و شما را معاف داشتہ ام . گزشتن داد نامہ من
بہ پیش گاہ کونسل و طلب شدن اصل سند گزرانیدہ
جاگیر دار فیروز پور یا دیگر حالات بر ضمیر منیر پرتو
اعلان افگندہ باشد بلکہ رسیدن آن سند و اندازہ تجویز
داد گران نیز پیش از رسیدن این نامہ بہ لمعہ نگاہ
ملا زمان سامی فروغ آگہن بودہ باشد . از ادراک انتہاض
نواب گورنر بہادر بتاریخ یازدہم اکتوبر بہ ہندوستان و
خرامیدن پرنسپ صاحب بہ صیغہ سکرتری بہ رکاب
نصرت انتساب حیرتے چند رودادہ است کہ سر انگشت
توجہ ملازمان کشایش این عقدہ ہا پردازد . نخست این کہ

بہ تواتر پرتو ایس خبر بہ نگاہ کافیہ انام نور آگین شد کہ
 دفتر خانہ فارسی با دفتر انگریزی توام گردید و خداوندی
 ایس ہر دو کدہ بہ مسٹر سوئٹین بہادر قرار یافت .
 دریں صورت جناب سیمن فریزر بہادر را چہ پیش آمد و
 وجود با جودش رونق کد امین ہار گاہ شد . دیگر ایس کہ یکے
 از صاحبان والا شان می گفت کہ کرنل املاک صاحب از
 جہاں رفت . و اے ہر حال مرزا ابوالقاسم خان و آغا محمد
 حسین ابیش از ہمسہ و اے بہ روزگار من کہ در کلکتہ
 فلاں بیگ بہ آتش افروزی سرگرم و من دریں دیار ،
 بے فرمانروا سربہ سنگ میزنم و جان بذاکامی میدہم !
 کس فغان مرا می نشنود ؟ چہ گویم کہ از بخت خود چہ
 قدر گلہ مندم و از ہجوم اندوہ چہ مایہ نژندم ! خلقے سر
 آزار من دارد و عالمے تشنہ خون من است . خدا را ! اگر بہ
 کانپور رسیدہ و بہ عشرت کدہ خویش آرمیدہ اید ، حال
 کلکتہ مفصل ہر نگارید ! و السلام

(۱۴)

قبلہ من ،

رسیدن دل کشا نامہ روان را بہ نوید تازگی

ہنواخت و درون را بنور آگاہی بر افروخت۔ دانستم کہ
 بیکس نیم و کسے دارم۔ یارب سلامت باشید و جاوید بہ
 مانید! از جانب ملازمان و بے رونقی کارخانہ ہاگونہ
 ملالی بہ خاطر راہ یافت۔ ایزدبخشایش گر شما را کہ از
 نیکوان روزگارید، بہ پایہ ہائے بلند رساند و در ہرگونہ
 انقلاب کہ روئے دہد، بہ ترقی تازہ فائز گرداند! امید کہ
 ملازمان خوش و ناخوش دہر را واقعی نہادہ، رونے با
 خلق و دل با خدا دارند۔ من و خدا کہ ہر گاہ نظر بر کثرت
 مصارف جناب و حالات زمانہ می افتد، دل برائے شما
 می سوزد۔ خاصہ وقتے کہ ہرج و مرج این سفر کہ شما
 کردہ اید، بہ نظر می سنجم۔ اما خداے را شکر می کنم کہ
 ہم عنان عافیت بہ آرامیش کدہ رسیدند و رنج راہ بہ
 سرآمد۔ دیگر حالات مندرجہ عنایت نامہ سر بہ سر
 خاطر نشان شد۔ دربارہ خویشم گمان آنست کہ محروم
 نباشم و بداد رسم، 'چہ طالب ظہور حق حقیقی ام و دیگر
 ہیچ۔ ہر قدر تحقیقات مہرود' ملایم مقصود و موافق
 تمنائے من است۔ بہ خاطر خواہد بود کہ در آغاز کار دفتر
 سرکار را گواہ گرفتہ ام، و حکام صدر چٹھن جناب،
 مالکم صاحب بہادر را بسررشتہ رسیدنٹی دہلی

فرستاده اند و مقدار وجہ پرورش مرا حوالہ بر آن تحریر
 داشته اند۔ ہر آئینہ دانستہ میشود کہ چون صاحبان
 صدر سند مرسلۂ مدعی علیہ را نزد مالکم صاحب بہادر
 فرستاده اند، چٹھی مذکور را نیز بہ معیت آن سند
 فرستادہ باشند۔ و ہر گاہ حال چنین است، مژدہ مرا کہ
 داغم بہ مرہم و دردم بذرمان رسید۔ دریں جا مشہور است
 کہ مالکم صاحب بہادر بہ ولایت رفتند۔ ہمانا ہنوز
 رفتہ باشند۔ آن چہ از جانب قبلہ و کعبہ مرزا احمد بیگ
 صاحب مرقوم بود، آویزۂ گوش ہوش گردید۔ جناب
 عالی، حال از من نہ پرسیدن و حکم موافق دعویٰ مرزا
 صاحب دادن مقدمہ از یک جانب تجویز کردن است۔ و
 ایس معنی منافی قانون محبت است۔ نخست آن عرض
 کنم کہ مرزا صاحب را چہ قدر می خواہم و چہ می فہم،
 و پس از آن منشاء شکستہ دلی خویش شرح دہم۔ خداے
 من بہتر می داند و مرا بہ عظمت و جلال او تعالیٰ شانہ
 سوگند است کہ من بے تصنع و بے تکلف مرزا احمد بیگ
 خان را مثل نصر اللہ بیگ خان از آباے خود می شمارم
 و ہرگز پیش میرزا در میانہ خود و حامد علی فرق نمی
 کنم و ہرگز امرے کہ موجب توہم خاطر باشد، از جانب

مرزا صاحب پیرامون خیالم نگردیدہ۔ اس قدر دانستہ ام کہ ہر گاہ من بہ کلکتہ نیستم، در غیبت من فلاں بیگ بہ خلوت و انجمن مطابق مقصود خویش سخنہا گفتہ باشد، و گاہیندہ خواہر خویش یعنی حاجی فلاں را در میانہ احباب بہ بہائے گران فروختہ باشد و او را در نظرِ مردم بہ گران مائیگی ستودہ باشد۔ و مرزا صاحب حکایت ہائے بے اصل اورا باور داشتہ، اگر ہیچ نہ باشد، اس قدر خود گمان کردہ اند کہ خواجہ حاجی فلاں استحقاقی دارد و اسد اللہ حیف می کند و می خواہد کہ حق بہ پوشد و در اتلاف حقوق کوشد۔ حال آن کہ واللہ باللہ ثم تاللہ چنین نیست، بلکہ حق این است کہ حال حاجی فلاں و فلاں بیگ سراسر نہ گفتہ ام و مصلحت مرا از گفتن این افسانہ ہا باز داشتہ است، ورنہ حاجی فلاں بہ خاندان نصر اللہ بیگ آن کردہ است کہ یزید بہ آل رسول۔ تنہا من نمی گویم عالمے گواہ این دعویٰ است۔ از دہلی تا اکبر آباد صد ہزار کس دریں جزو زمان موجود اند کہ می دانند آن چہ کہ من می گویم۔ قصہ مختصر، با این ہمہ گمانہا کہ از جانب فلاں بیگ داشتم، دلم از مرزا صاحب نہ رمیدہ بود۔ اما چون آن

فلان بیگ رشوتی^(۱) از خواہر زادگان خود برای خویشتن نویسانید و در کونسل غبار فتنہ ہر انگیخت و مرا این معنی دریں دیار از خارج کشوف شد^(۲) گفتم چہ امکان دارد کہ مرزا صاحب بدیں معاملات عالم نباشد و باوجود علم چرا آگہم نکردند۔ سخت ناامید وار شدم و گفتم:

حدل ہر جفا نہم کہ بجز صبر چارہ نیست

اکنون کہ دوست جانب دشمن گرفتہ است

لئے الحمد^(۳) مرد صادق القولم و دلم با زبان در ہر

گفتار موافق است۔ ہم پایہ محبت و ولای خود را با میرزا

صاحب آن چہ ہودہ است راست عرض کردہ و ہم شکوہ

کہ در ضمیر داشتم با گمانی کہ بودہی کم و کاست شرح

دادم۔ حالیا اگر بہ کیش مہر و وفا بڑہ کار و مجرم ہاشم

تعزیری و اگر شائنستہ رحمتی برایم نوید عفو تقصیری۔

حال من سراسر بہ خدمت مرزا صاحب گزاردہ عرض

می توان کرد کہ واللہ شما را عم حقیقی و بزرگ معنوی

خویشتن میدانم^(۴) و گلہ من از دیر رسی نامہ نیست^(۵) بلکہ

آشفۃ آن خیال و فرورفتہ آن گمانم۔ و بخدا کہ ہر گاہ در

۱- یہ لفظ غور طلب ہے۔ سیاق و سباق سفاکوں کے ملہوم کا شخصی ہے۔ اور دوسری ہمای کے مطابق کیا گیا ہے۔

نفس شکایت نظر خواہند فرمود 'یک دلی و صاف
باطنی و پاک طینتی من بیشتر از بیشتر جلوہ گر خواہد
شد. زیادہ نیاز

(پنج آہنگ: ۱۴۴)

(۱۵)

سر تا پائے من فدائے سر تا پائے شما باد'
روزہا است کہ دل نواز نامہا نمی رسد و مرا
شکستہ دل دارد. بارے نواب ہمایوں القاب بدیں بقعہ
رسید و مرا از شکنجہ فرماندہاں دگر وارہانید. تفصیل
این ماجرا در نامہ موسومہ احمد بیگ خان صاحب کہ در
آن نورد نیز روئے سخن بہ طرف شماست 'نگارش رفتہ.
غالب کہ حالی رائے عالی شدہ باشد. اما آن چہ نبشتہ
شدہ است 'ژاڑ است و آن چہ نبشتہ می شود' رازست.
آن چہ رقم گشتہ است 'اخبار است' و آن چہ رقم می
گردد 'استخبار. پیدا است کہ کار افتاد آسیمہ سر بہ اخبار
نہ شکبید و ہمہ در استخبار آویزد. التفات نواب جہانیاں
مآب خبر از توجہ اعیان کونسل می داد. ہمانا کہ اگر حق
من بہ کونسل عالیہ ثابت نبودے 'جزو اعظم کونسل بہ

سویم از مهر نہ دیدی، و بحال زارم این مایہ نہ پرداختی۔
 خدا را، سعی در آن فرمایند کہ راز ہا دریابند و مرا
 بہا گاہانند۔ آخر ترتیب کاغذ و روانگی آن بہ لشکر از آن
 عالم نیست کہ ہر متنفس پوشیدہ تواند بود۔ شنیدہ
 می شود کہ لشکر بہ جے پور نہ خواہد رفت و یک دست
 بہ اجمیر خواہد شتافت۔ صافترک این کہ گویند گورنر
 بنہی در آن جا می رسد و اہی دو تا بندہ اختر سپہر
 جہاں داری در آنجا قرآن گردیدہ قوانین مجوزہ جدیدہ را
 بہ امعان نظر خواہند دید و باتفاق ہمدیگر اجراء آن
 ہند و ہست خواہند فرمود۔

(۱۶)

سلامت باشید و دیر بہ مانید

محسن من اگر بہ ازاء ہر عنایت محمدتی بہ
 تقدیم رسد و فراخور ہر مہربانی سپاسی سرانجام
 دادہ آید، سخن ہیچ گاہ منقطع نہ (۱) نشود و مآرب دیگر را
 گنجایش اظہار نہاند۔ لاجرم این گفت گو را از کام و زبان

۱۔ متن میں "منقطع نہ ہوتا" ہے جبکہ درست "منقطع نہ ہوتا" ہے۔ سادہ و سہل الفاظ میں یہ کہنا چاہیے۔

بدل و جان سپرده ام' و خود را از شما دانسته ام. عمر من و
 جان من' بہ عمر خود و جان شما کہ مقصود من ازین نالہ
 فرسائی و عربدہ آرائی ظہور حق حقیقی است' نہ گرد
 آوردن زخارف دنیوی. انصاف بالاے طاعت' وثیقہ از
 جیب قبا بر نیاورده ام و دست آویزی شامل دادنامہ بہ
 کونسل نہ گزرانیدہ ام. حالا بر آن سرم کہ اگر حکام چشم
 از حق بہ پوشند' گدایانہ بدان در رسم و درد دل بدان
 زمزمہ فرو ریزم کہ مرغان ہوا و ماہیان دریا را بر خود
 بگریانم. انموذجے از خبرہائے ہرزہ بطریق تلفن رقم
 می گردد کہ نواب معلی القاب کو اغذہ مقدمہ مرا از
 سررشتہ رسیدنی با خود بردہ کو اغذی را کہ در سررشتہ
 صدر فراہم ہودہ است ہم ازاں سررشتہ طلب کردہ اند.
 فرمودہ بودند کہ بعد از رسیدن کو اغذ از کلکتہ و ترتیب
 مثل حکمی مناسب دادہ نقل آن حکم کہ از سررشتہ
 خاص بہ داد خواہ فرستادہ خواہد شد و ظہور این ہمہ
 مراتب بتاریخ دہم دسمبر ہودہ است. تا امروز کہ پانزدہم
 مارچ است' رنگے ازین پردہ نہ دمیدہ است کہ بیرون توان
 داد و خبرے از لشکر نہ رسیدہ است کہ باز توان گفت.
 یارانی کہ در لشکر اند ایں قدر ہم نہ کردہ اند کہ خبر

رسیدن کواغذ و ترتیب مثل دادندی، 'چه جائے آن کہ
 مژدہ قبول و نوید توقع فرستادندی. اخبار پراگندہ این
 مرزبوم آن کہ بارلس بہادر سپہ سالار بہ دہلی رسید و
 بیرون کشمیری دروازہ بمیدانی کہ خیمہ گاہ نواب گورنر
 بہادر شدہ بود، 'فرود آمد و دہم مارچ روز شنبہ این سہ
 کس بہ ملازمت شاہ دہلی رفتند. بارلس بہادر
 سپہ سالار مدوح و مایم مارٹین بہادر رسیڈنٹ دہلی و
 ولیم فریزر بہادر کمشنر دہلی. از آن جملہ سپہ سالار بہ
 عطائے خلعت و ماہی مراتب و نوبت وغیرہ لوازم
 سپہ سالاری مہاسے شد' و محترم الدولہ سیف الملوک
 خان عالم خان بہادر سپہ سالار سراڈوارڈ بارلس بہادر
 شجاعت جنگ خطاب یافت. و فردائے آن کہ یک شنبہ
 بود، بہ میرٹھ رفت. دیگر ولیم مایم مارٹین بہادر خلعت
 شش پارچہ و عطرو پان بہ طریق رخصت یافت و پدرو د
 شد. دیروز یکشنبہ وقت شام در ڈاک پالکی نشست و بہ
 اندور خرامید. گویند بہ اجنٹی اندور مامور گشتہ.

دیگر ولیم فریزر بہادر صاحب کمشنر دہلی بہ
 عطائے خلعت مفتخر و بہ خطاب مدبر الدولہ
 انتظام الملک صفوت یار خان ولیم فریزر بہادر

صلابت جنگ مخاطب شد. گویند رسیدنتی دہلی بہ
 کمشنری دہلی مفوض گردید. اکنون این دو کار ہم بدیں
 یک صاحب عالی شان تعلق دارد. عملہ رسیدنتی
 بدستور است. تخفیف و تفریق تا دم تحریر بہ میان
 نیامدہ. شہرت دارد کہ تعلق راجہ ہا بہ صاحبے قرار
 یافت کہ در اجمیر است، آن ہم بہ روشے کہ شنوندگان در
 آن امر فرو ماندند. یعنی مہاراجہ را متعلق بہ اجمیر
 نشان می دہند و از باقی ماندگان برخے را بہ دہلی نام می
 ہرند و جماعت آنانند کہ مردم در حال شان مترو داند، نہ
 متعلق بہ دہلی می دانند و بہ بجانب اجمیر می رانند.
 دیگر خبر است کہ نواب عالی جناب بتاریخ چہار دہم
 مارچ در متہرا رسیدہ امروز پانزدہم مارچ ہمداران بقعہ
 آرمیدہ اند، و فردا کہ شانزدہم مارچ است کوچ می کنند و
 منزل بہ منزل می خرامند، و بتاریخ ہست و چہارم مارچ
 بہ دہلی می رسند. نہ دانم ازین باز آمدن مقصود چیست
 گویند دریں وبلہ بہ شاہ دہلی خواہند پیوست و غبار
 ملال طرفین فرو خواہد نشست. دیگر گویند کہ نواب
 عالی جناب دو سہ روز بہ دہلی قیام خواہند ورزید و بہ
 داد بے انتظامی ملک خواہند رسید و بناہائے تازہ خواہند

نہاد و حکم ہائے مناسب خواہند داد و قاعدہ ہائے جدید
برائے راجستان قرار خواهد یافت و جاگیرداران عہد
جرنیل لارڈ الیک بہادر بہ شکنجہ محاسبہ کشیدہ
خواہند شد۔ باشد کہ دریں میانہ خونِ خوابیدہ من نیز
بیدار گردد و کارِ دادِ خواہی من بہ ہنجار گردد۔

(۱۷)

نیم جانی کہ دارم فدائے سراپائے شما باد
دو تا نامہ در ڈاک پئے ہم فرستادم۔ در نخستین
ورق بنائے تدبیری نہادہ در دومین صحیفہ آن اساس را
استواری دادہ ام۔ چون کارہا بہ شما سپردہ ام و چارہ را از
من توانا تر و کار را از من دانا تر اید، 'ژاژچہ خایم و ہرزہ چہ
سرایم؟' یارب، رائے کہ من زدہ ام و سررشتہ کہ من
تافتہ ام، 'خرد روشن و اندیشہ درست شما نیز آن را بہ
خجستگی بہ پذیرد۔ جناب من، امروز آدینہ سیزدہم
اپریل است فرصت نامہ فرسانی و انصراف کاغذ و
روشنائی و مہلت انشا آرائی بہ خود یافتہ ام کہ بہ تحریر
سخن صفحہ پرکن سرقلم را بہ درد می آرم و رونے صفحہ
را سیاہ می کنم۔ مخفی مباد کہ خوابِ معلی القاب بتاریخ

۲۶ مارچ دریں دیار رسیدہ درونِ شہر بہ کوٹھی رسیدنٹی
 فرود آمدہ اند، و بعد دو روز لشکر و بازار لشکر را رشتہ
 جمعیت از ہم گسستہ، مردم را رخصت انصراف دادہ اند.
 مولوی محسن صاحب دو شبانہ روز غم کدہ راقم را
 آرامشگاہ داشتہ، کاشانہ در خور گنجائے خویش بہ جوارِ
 کوٹھی رسیدنٹی بہ کرایہ گرفتہ اند و در آن جا فرود
 آمدہ اند. حال من ایس کہ از اہل دفتر پدید آمد کہ
 پرنسپ صاحب بہادر حسب الحکم حضور کاغذ مقدمہ
 غالب مستہام بریک دیگر اندوخت و شیرازہ جمعیت
 بست. اما ہنوز آن اوراق گلدستہ طاق فراموشی است.

(۱۸)

قبلہ حاجات و کعبہ مقبلیات سلامت

والا نامہ رسید و خبرِ فراق دائمی مرزا احمد
 رسانید. سبحان اللہ، چہ مایہ سنگین دل و سخت جانم
 کہ نامہ در تعزیت مرزا احمد انشامی کنم و اجزای وجودم
 از ہم نمی ریزد. می گفتم کہ بہ دہلی می آیم. وعدہ
 فراموش، بے مروت راہ گرداند و ناقہ بسر منزل دیگر راند.
 گرفتم، خاطرِ دوستان عزیز نہ داشت. چرا بہ خورد

سالان خود نہ پرداخت و سایہ از سرشان باز گرفت؟ و اے
 بے یاری یاران وے! دریغایے پدری پسران وے! ہر چند
 از مرگ نتوان نالید و گسستن تار و پود و پردہ ہستی را
 چارہ نتوان کرد، اما انصاف بالائے طاعت، ہنوز ہنگام
 مردن مرزا احمد بیگ مغفور نبود۔ چرا این قدر صبر
 نہ کرد کہ بہ کلکتہ رسیدمی و رونے نظارہ فروش را دگر
 بار دیدمی۔ چرا آن مایہ توقف نورزید کہ حامد علی جوان
 گشتی و کارہا بہ اندازہ دانش وے رواں گشتی؟ و یحک،
 ایں چہ ژاڑ است کہ می خایم و ایں چہ داستانست کہ
 می سراییم! ” اذاجاء اجلہم لایستاخرون ساعة
 ولا یستقدمون ” من و ایمان من کہ بے ربطی اوضاع سرکار
 آن مرحوم با وجود ایں ہمہ بعد مسافت پیش نظر دارم و
 می نگرم کہ حامد علی خان خرد سال است و باشد کہ بہ
 حقیقت سرمایہ پدر دانا و بہ فراہم آوردن رقم ہائے
 پراگندہ توانا نباشد۔ و باشد کہ چون آن سرمایہ بہ چنگ
 آرد ہر فرودستان خودستم کند و برادران رانا کام وضائع
 گزارد۔ ہر آئینہ در ایں حال امینی باید ہوش مند و
 حق شناس کہ گرد چارہ بر آید و غم خواری بے پدر ماندگان
 بہ عہدہ خود فرا گیرد و بہ ہنجار عدل و امانت در ایں

وادی گام زند و هیچ کس از احباب متکفل این مجموع مراتب نہ تواند گردید الا آن کہ بہ میرزای مرحوم از خویشاوندان و یگانگان باشد۔ گمان دارم کہ منشی امیر صاحب از بہر تعہد و تکفل سزاواراند، چہ با مادر حامد علی خان گونه قرابت سببی دارند۔ چنانچہ بر شما پوشیدہ نیست، میرزای مرحوم دانش مند و کارشناس کسی بودہ است۔ غالب کہ معتمدی را وصی ساختہ و کارہا بہ کف کفایت امینی سپردہ باشد۔ خدا را نظر بے کسی این جماعت در نظر باید داشت و غافل نباید بود واللہ کہ غم خواری باز ماندگان احمد بیگ خان عین فرض و فرض عین است ہم بر شما و ہم بر مرزا ابوالقاسم خان۔ ایزد توانا بوالدہ حامد علی خان را شفا کرامت فرماید و بر سر پسران بے پدر سلامت دارد! بہ حکیم قاسم خان و خواہران مرزا احمد بیگ خان چار و ناچار خبر فرستادہ شد۔ در صورت بیماری کدام رسم عیادت بجائے آورده اند کہ دریں حال مدارج تعزیت بہ تقدیم خواہند رسانید۔ حقاً کہ مہر و آزر در نہاد مردم دہلی نیست نامہ کہ مشعر ناسازی مزاج میرزا بہ من فرستادہ بودند، جوابش رقم کردم و خود نزد حکیم صادق علی خان رفتم

و نامہ موسومہ شما سپردم و گفتم کہ چون شما نامہ بہ میرزا بفرستید، این نامہ را ہمدراں نامہ فروہیچیدہ روان کنید۔ پس از روزی چند عند الاستفسار پدید آمد کہ حکیم صاحب بہ خواہر میرزا حال بیماری میرزا ہم نہ گفتہ اند تا بہ پرسش و عیادت چہ رسد و چون خود نامہ بہ میرزا نہ فرستادہ اند، مکتوب مفوضہ شما را کہ بنام سامی شما بود کہ می پرسد، بہ خون تپیدہ و از بیم این کہ شما این روسیاء را کوتہ قلم و ہی پروا خواہید نگاشت بر خود لرزیدہ، می خواستم کہ ورقی دیگر چون روی خود سیاہ کنم و جداگانہ بہ شما بفرستم کہ ناگاہ بقاریخ یازدہم شوال روز پنجشنبہ وقت صبح کہ از بستر خواب بدرجستہ ہم چنان روی ناشستہ نشستہ بودم، 'برید ڈاک' رسید و نامہ شما بہ من داد۔ دلم از ہیبت ورود آن نامہ خود بخود بہ لرزید۔ گویا در ضمیرم افگندند کہ میرزا احمد مرد ترسان ترسان نامہ را کشودم و دیدم آن چہ دانستہ بودم۔ اللہ بس، ماسواہوس! بسامی خدمت مرزا ابوالقاسم صاحب سلامی کہ غم دیدہ بہ غم دیدہ رساند بہامی کہ ماتم زدہ بہ ماتم زدہ فرستد، می توان رسانید و کریم خان صاحب را سلام باید گفت و از جانب من بعد

سلام بسیار باید پرسید. پس از اظهار سوز و گداز خاطر کہ آنہم از آثار بی صبری و مقتضیات بشری است، سخن در حال روزگار رانده می شود. بعد از شرح غم مرگ افسانہ اندوہ زندگی گفته می شود. سبحان اللہ، عمر مستعجل و مرگ در کمین و فرصت مہوم و بقا اندک و دل پراز ہوس و سر پراز ہوا و ما از اجل غافل! اللہ اللہ اللہ! محررہ پانزدہم مارچ روز پنجشنبہ.

(پنج آہنگ: ۱۲۰)

(۱۹)

جان من فدای شما

از شما آن می خواہم کہ حال حامد علی خاں و دیگر فرزندان مرزا احمد بیگ مغفور رقم کنید. حامد علی خاں نامہ بمن فرستادہ است کہ جز نالہ و فریاد ہیچ گونه حال خود و والدہ خود ننکاشتہ. و طرفہ این کہ مرا بہ خاں صاحب مخدوم و مظہر اشفاق یاد آورده و القابہ کہ مرزا می نگاشت بہ تحریر در آورده. ہیہات! ع" عرفی" چہ نشستہ کہ یاران رفتند. "بجان عزیزت کہ دنیا بر دلم

سرد و دلم ہر فقیر^(۱) و سیاحت گرم گشتہ است۔ بہ کمین
آنم کہ چون این داوری قطع گردد، یک بارہ از بند جہم و
بے سرو پا گرد عالم ہر آیم و تازیم تماشائی آثارِ صنع الہی
باشم۔

بہر لحظہ دل بہ سورے بیابان کشد مرا
آب و ہوائے شہر بمن سازگار نیست
اللہ موجود، ماسوا معدوم!

(۲۰)

ملاذا مطاعاً

روز شانزدہم بود از ماہ منی و وقت برافروختن
شمع و چراغ کہ چیراسی رسید و نامہٴ اجنٹ بہادر بمن
داد۔ چون بہ میزانِ نظر سنجیدم، گرانِ ترازان بود کہ آن
را شاہنامہ توان گفتم۔ بارے عنوانش از ہم کشودم و دیدم
کہ نامہٴ جناب ولیم بہادر در نورد آنست۔ مضمون نامہ
اجنٹ بہادر این کہ خط صاحب سکرتر بہادر ہمراہی
حضور میرسد، شارح کیفیت انفصال مقدمہ خواہد گردید۔
مضمون خط صاحب سکرتر بہادر این کہ تجویز ہاکنس

۱- "دلم بر سر سیاحت گرم گشتہ است" درست معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت جمادی الثانی ۱۲۳۲ء کا تھا۔

صاحب منظور: مهر و دستخط کاغذ گزرائیدہ جاگیر دار
 فیروزپور نامصرح و نامکمل: للہ در قائل ۹ ع" در
 خاندان کسریٰ این عدل و داد باشد۔ شبے کہ این شگرف
 نامہ بمن رسید، بامداد آن سامعہ گزا گردید کہ مولوی
 ظاہر علی بجرم خفیہ نویسی ماخوذ و تا زمان تجویز
 باداش محبوس شدہ اند۔ تا رفتہ رفتہ کار بدان رسید کہ
 اخبار بوقلمون گردید۔ دہلویان حسد پیشہ چون مرا
 مخلص صادق الولای مولوی دانستند، رنگ آن
 ریختند کہ در ہر روزی دو بار سہ بار پراگندہ گوئے نزد
 من آید و آن چہ خواہد از پیش خود بتراشد و بیان
 نماید۔ بعد از دو ہفتہ پدید آمد کہ لارڈ صاحب نظر بہ
 ناخوشنودی خویش از خود جدا کردند و معزول ساختند
 و رخصت انصراف بوطن دادند۔ ہم دل از اندوہ خود
 سوختہ و ہم جگر از درد دوست برشتہ۔ والسلام بہ
 منشی نصر اللہ بعد سلام باید گفت کہ انشاء اللہ
 العظیم، اذا جاء نصر اللہ والفتح نقش نگین شما می
 گردد۔

(پنج آہنگ: ۱۴۸)

قبیلہ بندہ

عمریاست کہ بوروددل نواز نامہ جانی تازہ
 نیافتہ ام۔ ندانم بکدامین جرم مردود آن نگاہ حق شناس
 شدہ ام۔ لطف و عتاب آئینہ داران التفات اند و بہ مذاق
 ارباب مودت از ہمدگر گوار اتر۔ اما این کہ ملازمان
 نسبت بخویشتن مشاہدہ می گردد، تغافل است و متحمل
 جفاے تغافل نتوان شد الا بادلۃ چوں کویہ و من این عطیہ
 از قسام ازل نیافتہ ام۔ نہ دانستہ اید کہ بر من دریں روزگار
 آن چہ گزشتہ و خارِ خشکم با کدامین شعلہ سوزان روکش
 گشتہ است۔ اگرچہ شما از شنیدن فارغ اید، اما من از گفتن
 فراغ ندارم ع” بشنود ورنشود من گفتگوئے می کنم۔“
 دیدہ دیدار طلب در ہوائے دیدن در پزیدن و دل برے تاب از
 تلواسۂ مہاجرت در قہیدن۔ شوق دیدار را چہ گویم؟ مردم
 دیدہ بہ پای قلم افتد از شوق کہ مرا نقطۂ حرف کن و در
 نامہ نویس۔ از روزی کہ آن مہربان رونق افزای آن
 صوب صواب شدہ اند، محروم القسمتان مواصلت را در
 ہاویۂ مفارقت گذاشتہ اند۔ شکر احسانات سامی
 چہ گویم کہ ہر روز در محفل تصورم قدم رنجہ نمودہ و

از ندامت خود چه نویسم ' کہ گاہے بہرہ اندوز مجلس
خیال گرامی نبودہ :

حشر منندۂ احسان توام کز سرالطاف
ہر روز قدم رنجہ نمانی بہ خیالم

من عذر بر تقصیر خود ' اے خواجہ ' چہ گویم
گاہے بہ خیالت نہ رسم ' و اے بہ عالم
زیادہ شوق است و بس ۔

(پنج آہنگ : ۱۴۷)

بنام مرزا احمد بیگ خان

(۲۲/۱)

دل بہ درد آمدگان را از نالہ و فریاد منع نہ توان
کرد و ماتمزدگان را از سینہ کوبی باز نتوان داشت۔ مرا کہ
دل از بے مہری شما بدرد آمدہ است ' از نالہ و فریاد چارہ
نیست ' و چون بدرد تغافل جان دادہ ' در ماتم وفا
نشستہ ام ' سینہ خواہم کوفت ' اگر چہ سنگ خارہ
نیست۔ منم کہ چون دو ہفتہ گزشتی و کتابتی از جانب
شما و مولوی سراج الدین احمد نہ رسیدے ' جگر بہ دندان

گرفتگی و از خود رفتگی۔ ہماں شمانید و ہماں مولوی
 سراج الدین و ہماں این دردمند اند وہ گئی۔ ششماہ است ہر
 حاشیہ مکتوبِ دگرانِ بسلامے یاد نہ کردہ اند، تا بہ نامہ
 و پیام چہ رسد۔ نا رسیدنِ نامہ از جانبِ من نہ از آن
 دوست^(۱) کہ در ترک و داد پیر و شما بودہ باشم، ونہ از آن
 دوست کہ من آن قدر در غم و اندوہ فرو رفته باشم کہ
 یارایِ نفس کشیدن و حرف زدن نہ داشتہ باشم۔
 سہاس گزارِ خداے دادگرم کہ بہ این تن لاغر دلم را فریبی
 و تنومندی بخشیدہ است کہ اگر فی "المثل دو عالم برہم
 خورد" از حالِ خویش ہر نگردم، و بہ این سہ در وفاداری
 آن مایہ ثابت قدمم کہ اگر سر برود، پایم از خطِ جادہ
 مودت نہ لغزد۔ بارے خدا را بہ گویند کہ شما را چہ درد
 گزشت و مولوی سراج الدین را چہ پیش آمد۔ مگر دانستہ
 بودند کہ رجوع اسد اللہ با من معلول آنست کہ من از
 اعیان دفتر کونسل، یعنی از روزیکہ زینت بخش پیشگاہ
 صدر عدالت شدہ اند، گاہے نہ شدہ است کہ مرا بیاد آرند
 یا بذامہ بنوازند۔ عجب تر از ہر چہ ہست آن کہ شما را چہ

۱- "خدا را دوست" درست معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسری جگہ پر کیا گیا ہے۔

ہر آن داشت کہ از پرسش من رو بگردانید۔ خوب است کہ
 فلاں بیگ زندہ نیست، ورنہ خونہا خوردمی، ہم خود از
 شما رنجیدمی و ہم شما را از خود آزرده می۔ اما این معنی
 تنہا برای شما بودے و جناب مولانا سراج الدین احمد را
 دریں داورے ہر کنارہ داشت می۔ قطع نظر از مراتب شکر و
 شکایت انصاف شرط است کہ ہر گاہ ماہ ہا بگذرد و از
 اخبار (۱) اخبارِ شما و نور چشمانِ بے خبر باشم، چہ گونه
 نرنجم و چسان گلہ مند نباشم۔ امروز تازہ حالے بہ
 مشاہدۂ اوراقِ جامِ جہان نما روی دادہ کہ صبرِ ہر آن
 بے آبروی نتوانستم کرد۔ غالب کہ شما ہم در آن اوراق
 نگرستہ باشید۔ واللہ باللہ ثم تاللہ، آن چہ از حال من
 مسکین در آن ورق مندرج است، ہمہ کذب و بہتان و
 گزاف است۔ خواجہ رحمت نام ولد الزنائے از سادھو بیچہ
 گانِ بریلی کہ مرد ساحرِ فتنہ پرداز است، شمس الدین
 خاں را بہ افسون و افسانہ رام خود ساختہ و آن چنان در
 دلش فرو رفته است کہ شمس الدین خاں را از حلقۂ
 فرمانش راہ ہرون شد نماندہ است۔ گویندگان را بہ زرو

۱۔ حقان میں ایک اخبار نامہ معلوم ہوتا ہے۔

افسوس فریفتہ ہر خبری کہ می خواہد بہ اطراف میفرستد۔ خلاصہ این کہ خطے موسومہ جناب راے سدا سکھ صاحب در نورد این نامہ می رسد و ہم چنان عنوان کشادہ است، امید کہ نخست آن را خود بہ خوانند، آنگاہ بہ راے صاحب بہ سپارند۔ ہر چہ ہست بہ خواندن مکتوب موسومہ راے صاحب ورقعہ کہ لفیف اوست، سمت وضوح خواہد یافت۔

حضرت اکبر شاہ از روز رحلت فلاں بیگ بہ انواع عوارض مبتلا بود۔ پرے روز کہ چہار شنبہ آخری صفر بود، غسل صحت کردہ اند۔ اما ناتوانند و دماغ شنیدن ملتمسات نہ دارند۔ مطلبے کہ مکنون ضمیر حضرت مخدومی است، بہ اعتقاد بندہ ممکن الوقوع نیست۔ چہ کلید عقل سوہن لال است، و او یکے را از برادران خود می خواہد کہ بہ سفارت قرار دہد، و مدعای خودش نیز بہ حصول نمی رسد، تا بہ گفتگوے غیر چہ رسد۔ امید کہ بخدمت مولوی سراج الدین احمد صاحب آداب تسلیم رسانند۔ و اگر ممکن باشد و دشوار نبود، دو سہ سطر بدستخط خود شان بر کاغذے نویسانیدہ در نامہ خود فرو پیچیدہ روان کنند۔ ہی ہی، چہ می گویم! خود از

کجا دانستم کہ جناب مرزا صاحب بمن نامہ
خواہند نوشت کہ در آن نامہ مکتوب حضرت مولوی
صاحب در نوردیدہ شود۔

(۲۳/۲)

قبلہ من

شکوہ پایان نہ داشت و گلہ کران پزیر نبود۔ رفتم و
بہ روزگار در ساختم۔ تازہ این کہ فرماندہ دہلی مرا طلب
کرد و بزبان گہر فشان فرمود کہ فرماندہان صدر قرار
دادہ اند کہ متعلقان نصر اللہ بیگ خان ہمیں یابند و
ہم چنیں یابند در مستقبل کہ در ماضی یافتہ اند۔ ہر چند
وقوع ایس امر مکروہ مستوجب ہزارگونہ اندوہ و ملال
است، اما بخدا کہ دل آزادہ من بہ ہیچ سومایل نیست،
واز عدم حصول مقصود نہ رنجیدہ ام لیکن غم اینم
می کشد کہ ایس چنیں اتفاق در کونسل کم افتادہ باشد کہ
تجویز سابق را بدین گونه برہم زنند۔ آری فرماندہ دہلی
در آغاز بر من مہربان بود و آخر آخر سعادت (۱) اعدا

۱- سابق بہان ہے۔ یہاں "سعادت" درست معلوم ہوتا ہے۔ اردو ترجمہ ای قیاس پر کیا گیا ہے۔

کارگرافتاد و جانب دشمن گرفت و با من سرگردان
 شد۔ سب گزرا نیدہٗ عدو را برا حالی (۱) صدر بہ صحت و
 متانت جلوہ داد و جوابی کہ من دادہ بودم و دو ورقہ چوں
 نامہٗ اعمال ستم گران سیاہ بہ محکمہ رسانیدہ بودم،
 شامل ریوٹ نہ فرستاد و مقدمہٗ من از یک جانب بہ
 کونسل تجویز شد۔ رنجم ضایع گردید و کارم تباہ۔ منت
 خدای را کہ نامرادی و ناکامی بر من آسان است اما برخے
 از خندہ عوام و ملامت خواص آزار میکشم و آنہم
 می گزرد۔

صدر طور گرامروز موسیٰ اثری نیست

فرد است کہ از طور ہم آثار نماند

امید کہ پارہٗ از رنج بر خود گوارا کنند و بر من
 شفقتی چند فرمایند۔ نخست این کہ مکتوب موسومہ
 رای سدا سکھ صاحب را سراسر بہ تامل بنگرند و بہ
 مکتوب الیہ رسانند و سعی فرمایند کہ قطعہ بہ قالب
 طبع در آید و شہرت گیرد و بہ زبانہا افتد۔ دیگر نامہٗ
 نامزد جناب سفارت پناہی نیز سراپا نگریستہ بہ نظر شان

۲۔ "ہما کی صدر" در سب معلوم ہوتا ہے۔ اردو ترجمائی قیاس پر کیا گیا ہے۔

بگزرانند و در طلب پاسخ چندان ابرام نفرمایند. اگر بدست آید، در مورد عنایت نامه بفرستند. دیگر از آن مخدوم توقع آن دارم که لختی از حال کونسل رقم کنند. گویند که ولیم بیلی صاحب بولایت و متکف صاحب به بنی میروند و برای دہلی حاکم دیگر قرار یافته است. از بس عالم ہرچہ بدید آید، بہ فقیر برنگارند و برای خدا در نگارش جواب نامہ مسابقت نفرمایند. نیمہ محصول ڈاک بسرکاران این دیار دادہ و نیمہ بر آنجا حوالہ کردہ شد. روزِ روانی این نامہ سہ شنبہ و دوازدهم شوال۔

(۲۴/۳)

کعبہ من

فرمان شما بر جان و دلم روانست۔ بہرچہ گویند، بسرشتابم و بہ فرق پیوم۔ اما از شیوہ ہای مردم دہلی آگہ نیستید۔ چندان کہ جہد در ادراک حالات می کنم، مردم از من میرمند، بلکہ از شما بدگمان می شوند و می پندارند کہ مرزا احمد بیگ خان اسد اللہ را از جانب خود بر آن گماشتہ اند کہ رفتہ رفتہ در مجموع امور دخل و تصرف کند۔ خدا را خود را بدنام و مرار سوا مکنید۔

خردمند را باید کہ اگر فی نفس الامر در پنے امرے باشد،
 خود را چنان فارغ و لا ابالی و انماید کہ کس از رازش آگاہ
 نہ گردد، نہ کہ مثل شما صاف دل و فارغ بال گردد۔ و ہا
 وصف ہے طمعی و آزادی خود را در نظر مردم اخاذ و
 طماع قرار دہد۔ مدعا این کہ بریں گروہ گمان مصادقت
 نکنید و جملہ را از خود متوخص و از مخلصان خود
 بیمناک انگارید۔ اگر شما را عزم رسیدن این دیار است،
 خوش باشید ہر گاہ کہ خواہید آمد، برای العین
 خواہید دید۔

(۲۵/۴)

تنت بنارِ طبیان نیازمند مباد

وجودِ نازکت آزرده گزند مباد

قبلہ و کعبہ،

روزِ چندازیں پیش قدسی صحیفہ بتوسط حکیم
 صادق علی خاں صاحب بمن رسید۔ ہنوز پاسخ نہ گزارده
 بودم کہ امروز چہارم ستمبر و ندانم چندم ربیع الاول
 است، نامہ از نزد قبلہ صورت و معنی مولانا سراج الدین
 احمد صاحب رسید و بہ انکشاف حال ناسازی

مزاج مبارك اندوه ناكم ساخت. چون بمدر آن دل كش
رقیمه طرازِ حرف و رقم داشت كه حالیا به حسن تدبیر
قبله نيكوان حضرت سید احد علی خان پاره افاقتی و
امید فراغت دست بهم داد، واللہ كه ہم بقدر آن افافت
مراهم از هجوم الم فرصتی بوده است. برای خدا از من زار
نظر قطع نہ خواہید كرد و زود نوید صحت
خواہید فرستاد كه زین سپس در انتظار و رود نامه روز
خواہم شمرد. در نامه كه حكیم صادق علی خان بمن
رسانیده اند، انقطاع علاقه ہوگلی و عزم انفكاك سر رشته
جہانگیر نگر و ملال از كلكتہ و احرام دارالخلافه دہلی
مرقوم بود. ہر چند ورود ملازمان بہ دہلی سرمایہ جہان
جہان طرب است، اما ملول بودن از كلكتہ چہ غضب
است واللہ كه دہلی شایستگی آن ندارد كه آزادہ دروے
خاك نشین تواند بود. خاص و عام این بقعہ ہے سبب آزار
و مرد و زن ایس تیرہ ہوم مردم خوار. بخاطر دارم كه چون
ایس داورے بہایاں رسد، یہ بیہانہ ازین شہر برآیم و كلكتہ
را دریابیم. حالے كه دارم از روے عرضہ موسومہ
جناب مولوی سراج الدین احمد صاحب سمت انكشاف
تواند یافت.

بخدمت مخدومۂ معظمہ گورنرش و بہ عزیز
از جاناں دعائے طول عمر و افزونی دولت۔

(۲۶/۵)

قبلۂ حاجات و کعبۂ متمنیات 'مدظلہ العالی !
جانی کہ از دشمن دریغ نتوان داشت ' اگر بہائے
دوست افشانندہ شود ' پیدااست کہ چہ مایہ حقّ محبت
گزاردہ آید۔ بارے بہر رنگ بر سر سخن میتوان آمد و
سہاسے کہ بہ اندازۂ جان و دل است ' از کام و زبان
فروریخت۔ فیض ورود قدسی صحیفہ در نظر خویشم
گرامی ساخت۔ دانستم کہ اگرچہ ناکسم آفریدہ اند ' اما
بیکس نگزاشته و برگزیدگان ازل را بہ غم خواری من
گماشتہ۔ ہر چند خاطر م جمع بود کہ ہر گاہ مرشد زادہ
والاتبار مرتضوی نہاد ' نقش سجدۂ آستان قبلۂ و
کعبہ کونین ' حضرت مولوی کرم حسین ' از جبینم
خواہد نگریست ' سرم از خاک خواہد برداشت و مرا ضائع
نہ خواہد گزاشت۔ اما انصاف بالاے طاعت ' اگر بہ
استدعا این سہارش رحمت اوقات صفات نہ دادمی و
فی المثل صد عبودیت نامہ پی ہم فرستادمی ' بہ پاسخ

یکے ازاں چشم روشن نہ گشتی و خیالم یک رہ بخاطر
 عاطر نہ گزشتی۔ حال تقرر پنشن پیش ازیں حالی ضمیر
 عقیدت تخمیر شدہ است۔ حیرت این معنی گریبان گیر
 دل و دامن کش خاطر فاتر است کہ ایدون قبلہ و کعبہ مرا
 در کلکته اقامت از چہ راہ راست»^۱ مانع نوازش اہل وطن
 کیست، و وجہ التزام دوام اقامت در آن دیار چیست
 بارے امید از یگانہ ایزد جہاں آفریں آنست کہ
 ہر جا باشند خلقے را راہ نما و جہانی را پیشوا باشند۔

حبر زمینے کہ نشان کف پاے تو بود

سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

بعد از ورود مہین داوردریں معمورہ آن چہ روے

خواہد داد بطریق عرض حال بوالا خدمت مخدوم بے کس
 نواز گزارده خواہد شد۔

(۲۷/۶)

قبلہ من،

سپاس ایس ہمعہ مہربانی کہ پس از عمرے پیادم

آوردہ اید، جز بہ سپری کردن عمرے نتوان گزارد و دانم

۱- "از چنداں است" درست معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسری جہاں کیس پر کیا گیا ہے۔

کہ از عمرم اندکی مانده است ہر آئینہ آن سپاس را کہ از
 گزاردن آن قطع نظر نتوان کرد، از کام و زبان بدر می کشم
 و بہ مغز دل و جان می افکنم تا ناگزاردہ نماند و بے یارنہ
 کام و زبان ادا کردہ شود۔ بے کسان را یاد می آورید و
 روسپاہان را بنامہ شاد می کنید۔ بار ب' بسیار بہ مانید ا
 دریں نامہ کہ حالیا در بند نوشتن جواب اویم، مرقوم بود
 کہ فلانی می فرماید کہ بہ خاص از برای اسد اللہ ہلک از
 بہر فرزند خواجہ حاجی خان مرحوم سعی در برآمدن کار
 خواہم کرد۔ مرا خندہ در گرفت و حیرت از خودم برد کہ
 قطع نظر از استحقاق و عدم استحقاق او، خواجہ حاجی را
 خواجہ حاجی خان مرحوم بہ کدام تمسک و کدام علاقہ
 توان گفت۔ احمد بخش خان با آن کہ برائے خواجہ حاجی
 پدری کرد و او را از ناکسے رسانید، پیوستہ خواجہ حاجی
 بہ نشست و خواجہ حاجی گفت۔ اینک مخاطب بہ
 خطاب خانی کردن ما، ناد مشابہ این نقل است کہ سنئ
 متعصب در انجمن جا داشت۔ ناگاہ یکے از آن مجمع نام
 مبارك مرتضوی گرفت و گفت: "علیہ السلام"۔ آن
 متعصب بہ شورید، اما دم نزد و سر کلاوۃ سخن را بجائے
 رسانید کہ ذکر این ملجہم بمیان آمد۔ چون نامش برد،

گفت: "رضی اللہ عنہ". اہل بزم منعش کردند کہ قاتل علی ابن ابی طالب را رضی اللہ عنہ مگو. آن متعصب روئے درہم کشید و گفت: "ویحک! ہر گاہ علی را کہ قاتل عثمان است" علیہ السلام گویند، اگر من نیز ابن ملجم را کہ کشندہ مرتضیٰ است، رضی اللہ عنہ گفته باشم ماخوذ نخواہم بود" تم کلامہ. آمدم بہ مدعا طرازی. نامہ موسومہ مرزا عباس خان رسانیدہ شد. از جانب اندرون بہ اندرون بندگی و از دردن و برون یعنی ہم بدل و ہم بہ زبان بفرزندان ارجمند دعاہا رسیدہ باد!

بنام مرزا ابوالقاسم خان

(۲۸/۱)

معروض راے بیضا ضیاء آن کہ تفقد رقم نامہ با ثمر راے خوشگوار رسید. ایزد بخشایشگر باین مسافر نوازی سلامت دارد! دی روز آغا صاحب بہ فقیر خانہ تشریف آورده بودند. حال ناسازی مزاج والدہ خویش می گفتند. آخر روز من ہم بہ امام باڑہ رفتم و رسم عیادت بجا آوردم. باللہ از اثرہاے محبتی کہ بدان مخدوم دارم

چہ شرح دہم ' کہ از این معاملہ چہ مایہ پریشان خاطر م .
 اگرچہ دعائے ہمچو من سبہ کار و تبه روزگار چہ قدر و
 کدام مقدار ' اما وقور محبت آسودہ نمی گزارد و زمزمہ
 دعا از لبم می رویاند . امید کہ چون سادہ از آلايش
 رہاست ' مقبول جہاں آفرین افتد و اثرے باز دہد .
 صاحب من ' دریں ہم چنیں سنگام کہ خود پڑ مردہ و
 جناب خانم صاحبہ دل افسردہ باشند ' سعی و ابرام در
 باب رقم معلومہ چہ می بایست . آری از آثار شیوہ کرم
 است کہ خود دردمند بودن و بداد دردمندان رسیدن . از
 دست شکستہ جز دعا چہ آید! سلامت باشند و دیر بہ
 مانند . زیادہ زیادہ .

(۲۹/۲)

بہ عرض ریزہ خواران ظرف سماط جود و نوال
 میرساند کہ کُہ پاچہ رسید و کام جان را بوج تبسم
 شور انگیز خویاں فرو غلتانید . ہم دماغ را قوت افزودہم
 دست و پا را نیرو داد . مغزش بہ لطافت خمیر ' مایہ
 افزائش قوائے نفسانی ' نی نی غلط کردم ' مادہ روغن
 چراغ زندگانی . کیفیت روانی شور بایش را ہم معده آفرین

خوان، و شمار لذت غلتانی کفچہ ہایش را
 امعاسبہ گردان۔ نان تا عیار شوکت شور ہایش
 شناخت، در نخستین حملہ از بے جگری سپر انداخت و
 زبان تا بہ سپاس لذت روانیش (۱) موج آب حیاتش از
 سرگزشت۔ بہر جلوۂ نظر فریب استخوانش ہما مجنون و
 ہر حسن ہر شتہ مغزش خرد مفتون۔ تیزی مذاق فلفلش
 چون ادائے عتابِ خوبان گلو سوز و صدائے شکست
 استخوانش مانند نغمۂ چنگ وریاب سامعہ افروز۔
 می خواستم سخنرے دراز کردن و پس از ستانش نعت
 سپاس منعہ ساز کردن کہ ناگاہ کُلّہ از ناز چشمک زد و
 زبان بر کشود و بسر خود سو گند داد کہ اینک قلم از کف
 بگزار و لطافت مغز قلم دریاب۔ چون خاطرش عزیز و
 قسمتش غلیظ بود، چارۂ جز تسلیم نہ دیدم۔

(۳۰/۳)

قبلہ من،

گرچہ استدعائے قدوم از بزرگان بے ادبی است، اما

۱- "روانش" کے بعد ظاہر میں "شناخت" کے مقابلے کا لفظ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اردو ترجمہ "پہچانت" کے
 قیاس پر کیا گیا ہے۔

می بینم کہ خورشید بر خرابہ می تابد و متلب ندارد، ابر
برخس و خار می بارد و تنگ خود نمی شمارد، بدین پشت
گرمیها ہوس کردہ می آید کہ امروز یک دو ساعت از روز
باقی مانده بہ خشت کدہ راقم نزول اجلال فرمایند و
مرزا صاحب را با خود آرند۔ فقط

(۳۱/۴)

مخدوم و مطاع من سلامت !

وی روز تبرکی کہ فرستادہ بودند رسید و درد و
عالم سرفراز گردانید۔ صاحب نذر تا زمان ظہور
خویشتن سلامت دارد و بہ اعلیٰ مراتب صورت و معنی
رساند ! زیادہ جز تسلیم چہ عرضہ دارد۔

(۳۲/۵)

مخدوم و ملاذمن

بندہ بہ خانہ نبودم۔ چون باز آمدم 'خوانِ نعمت
آمادہ یافتم و سپاسِ منعم آوردم۔ اللہ تعالیٰ باین نوازش
بسیار سلامت دارد! در امروز فردا اگر روغن بیدانجیر
مرحمت گردد 'خوش تر از الوان نعمائے گیتی است۔
زیادہ نیاز۔

قبلہ جان و دل سلامت !

گرد سرمی گردم و جان بھاگ آن کف پامی
 فشارم۔ سبحان اللہ 'جاذبہ شوق را نازم کہ امروز
 بامدادان سراز خواب برداشته بسیج آن داشتم کہ
 کتابتی در شکوہ تغافل بملازمان بنویسم۔ هنوز آن
 خطرہ در ضمیر راسخ نہ شدہ بود کہ والانامہ بفریاد
 رسید و مرا از بند اندوہ و اربانید۔ لِّلہ الحمد کہ مزاج
 مبارک بہ صحت مقرون است۔ جہاں آفرین ہموارہ
 مسند نشین بزم عافیت دارد! بوتلی روغن بیدانجیر
 سرمایہ روشنی چراغ زندگانی گردید ایزد تعالیٰ ہاں
 خستہ نوازی و بیکس پروری سلامت دارد! امروز
 بسبب ہجوم اہر و باران بہ استعمال این روغن مبادرت
 نہ کردم۔ بعد یک دو روز ہر گاہ سر شیشہ خواہم کشود
 ہر مضمون " نصف لی و نصف لک " عمل خواہم
 نمود۔ زیادہ جز دعائے دوام دولت و اقبال چہ عرضہ
 دارد۔

قبلہ جان و دل سلامت !

بامدادان کہ قطعہ در جواب والانامہ انشا
 کردہ ام (۱) ' آدم حضور گواہست کہ در چہ سراسیمگی بہ
 چہ زودے رقم زدہ ام۔ حاشا کہ جواب قطعہ (۲) جناب را
 نمی ارزید۔ گویا غرض از تحریر آن قطعہ رسید دال و آچار
 بود و دیگر ہیچ۔ امید کہ آن را بہ آب بشویند یا بہ آتش
 بسوزند ' چہ آن را بے اعانت فکر بدست یاری خامہ
 نگاشته ام۔ مبادا ' سقمی' داشته باشد و بدست معاندین
 افتد۔ جناب را بسید الشہد علیہ السلام سوگند کہ آن را
 بیکس (۳) نہ نمایند و از ہم بہ گزرانند۔ قطعہ کہ درین ورق
 مرقوم است (۴) ' جواب قطعہ مرقومہ آن مخدوم است۔
 ہر کہ خواہد ہنگرد ' محابا نیست۔ شب رفتہ من نیز
 مسہلی از روغن بیدانجیر و نمک آب آشامیدہ بودم۔ اما
 طبع را نپذیرفت و رفع قبض نہ شد۔ امروز بہ طور خود
 ترکیبی کہ ہر فعل مسہل شبانہ مویذ باشد بہ عمل

۱- قطرہ قالب بہ قاسم

۲- قطرہ قاسم بہ قالب

۳- "بیکس نہ نمایند" درست معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسری جگہ قاسم کہا گیا ہے۔

۴- قطرہ قالب بکباب قاسم

آوردہ ہوں۔ بخدا کہ اگر اس گریوہ ہا در راہ نہ داشتی،
 قطعہ را خود متاع روی دست اخلاص ساختہ بہ
 ملازمت رسیدمی۔ اگر مرگ امان داد، دریں دوسہ روز بہ
 سعادت ہابوس رسیدہ خواہد شد۔

(۳۵/۸)

بعزّ التماس میرساند کہ پریشب جاے ملازمان در
 بزم طرب سبز بود۔ چون نیامد نہاوجہی داشت، ناچار بہ
 ہجر ساختہ شد۔ ندانم تفرقہ خاطر کہ از جانب بیمار
 داریہا بود، بہ جمعیت مبدل شد یا ہنوز از آن تشاویش
 اثری باقیست۔ امید کہ نوید عافیتی بفرستند و آرمیدگی
 بخشند۔ قبلہ من، این عرضہ رقم کردہ در بند آن ہوں کہ
 بخدمت بفرستم کہ ناگاہ عنایت نامہ جناب رسید۔
 ہمانا اعجاز فرمودند۔ حقا کہ از نوید عافیت ہا مسرت
 فراوان اندوختم۔ اللہ تعالیٰ شما را خرم و شاد و از ہرغم
 آزاد دارد! و جناب مرزا محمد حسین تغافل فرمودہ اند۔
 مگر از رنجوریہا پریشب بہ کوٹھی نرفتنہ اند۔ اگر فردا
 چٹھنہ نہ رسید، حسب الایماے جناب تقاضا بہ عمل
 خواہد آمد۔ و آداب عطاے اتبہ مقبول بادا۔

معروض میدارد که نوازش نامه مع نان
خورش برای روان پرور ذائقه نواز رسید و به سپاس
نعمت تر زبان گردانید. منعم حقیقی اجر پرورش غربت
زدگان ارزانی دارد. پاره از حال من این که بروز پنجشنبه
وقت شب ناگهان شنیدم که بروز دو شنبه جناب نواب
گورنر بهادر دربار عام خواهند داد. چون من از تازه
واردانم بخود فرورفتم و بامداد پگاه به دفتر خانه رفتم. با
جناب اسٹرنلنگ صاحب بهادر صورت ملاقات نہ بست
. ناچار باز آمدم و شب در بیم و امید بسر برده روز شنبه
باز رفتم. از راه عنایت حکم ملازمت دادند. برای خلعت
عرض کردم. فرمودند کہ وقت رخصت شما بخوبی
خواهد شد. چون یک شنبه رسید 'آخر روز از غم کده
برخاسته به مکان مولوی سراج الدین احمد صاحب رفتم
و شب در آن جا بروز آوردم و روز دو شنبه ہم از آنجا سوار
شده نخست بدفتر خانه رفتم و از آنجا به بارگاہ گیتی پناه
رسیدم. ملازمت میسر آمد و عطرو پان مرحمت شد.
چون برگردیدم یاران نہ گذاشتند کہ بخانه باز آیم. شب
ہم در آن جا بسر شد.

ع - درویش ہر کجا کہ شب آید سراے اوست
 امروز صبح از آن جا سوار شدہ بخانہ دوستی کہ
 در اثنائے راہ بود رسیدہ بہ کلبۂ احزان وقتے رسیدم کہ
 ملازم جناب نوازش نامہ بر سر دست انتظار من
 می کشید۔ جواب آن منشور سعادت رقم زدم و پارہ از
 احوال خودم بگزاردم۔ مرا نیز کاغذ مطلوب بود۔ کہار را بہ
 معیت آدم حضور بہ بازار فرستادم 'تا کاغذ بوی دہانیدہ
 خود نیز آن چہ بہ آوردن مامور است بیاردمی خواستم
 ایس وقت بخدمت رسیدن۔ اما تحریر خطوط ضروری
 مانع آمد۔ اگر مانعی تازہ برنخواست 'نقش آرزویم بر لوح
 مراد خواہد نشست یعنی سرشام بملازمت خواہم رسید۔
 زیادہ نیاز۔

(۳۷/۱۰)

قبلہ بندہ

ہر گاہ نوازش نامہ می رسد 'مرادر ماڈہ
 بہم رسانیدن القاب و آداب چہ گویم کہ چہ ربودگی ہارو
 میدہد۔ آرم ہر گاہ محیط قطرہ را بدیں رنگ ستاید 'از
 قطرہ بجز دست و پاگم کردن چہ آید و جائیکہ آفتاب ذرہ
 را بدیں گونہ دل گرمی بہ نوازد 'از ذرہ بغیر ازیں کہ رنگ

تپشی ریزد چه خیزد۔ حق این است کہ حرف حرف خبر
 از جوش محبت می دهد۔ در تلافی این چنین عنایات و
 کرم از هیچ کسان جز گرد سر گردیدن و قربان شدن چه
 آید۔ جهان آفرین باین ترحم و تفقد سلامت دارد! امروز تا
 نیمہ روز چشم بہ خیال بازو روانم با طرب دمساز ماند
 کہ اینک مخدوم از در میرسد و شام غربتم را بامداد پند
 می آید۔ این وقت سرداشتم کہ کس بفرستم و خبر
 مزاج عالی جویم کہ عنایت نامہ رسید و تسکین بخشید۔
 فردا تا نیمہ اول روز تکلیف نہ خواہند فرمود کہ بندہ
 جامے خواہم رفت و بعد از دوپہر تا شام نقش دیوار غم کدہ
 خویش خواہم بود۔ زیادہ تسلیم است و بس۔ کمتر از هیچ
 “اسد اللہ۔

(۳۸/۱۱)

مخدوم بندہ پرور سلامت“

آہ از محرومی دی روزہ کہ ہم عنان کاروان آرزو
 بدر دولت سرا رسیدم و وا رسیدم کہ ملازمان سوارہ
 بجائے خرامیدہ اند۔ بارے خرسندی دیدن قرۃ العین
 سعادت“ محمد مرزا تلافی رنج دل کرد۔ ایزدش در سایہ
 رافت مخدومی زندہ دارد! نفسے چند بخدمت جناب تہان

از پرده بدر می آیم و زمزمه شوق فارغ از بیم و هراس
 میسر ایم۔ مجمل این کہ تاب فراق و توان صدمات
 اشتیاق باقی نیست۔ بارها کس فرستادم و دوسہ نوبت
 خود نیز از بیقابی دل بدرد و لت سرا رسیدم۔ از ہر کہ
 پرسیدم 'ہمیں جواب شنیدم کہ ہنوز تشریف نہ آورده اند۔
 خدا را' اگر در آمدن تاملے و توقفے باشد 'بیا گاہانند تا
 مضطرب و سراسیمہ نہاشم۔ و اگر در دوسہ روز توانند
 آمد' نویدی بخشند تا اندوہ از دل برخیزد۔ نہ پندارند کہ
 غالب در کار خود عجز و یا در باب مدعا فضول است۔
 حاشا کہ چنیں نیست! بل شوق دیدار منشاء این دراز
 نفسیہا است۔ آری این قدر ہست کہ از درماندگیہا چشم
 طمعی بر بیکس نوازیہا جناب سامی دوختہ و شمع
 ہوسی در نہانخانہ خیال برافروختہ ام و میدانم کہ بیش
 از من خون گرم چارہ سازیہا منند۔ چہ دانم کہ این قدر
 لنگر اقامت در آن جا فرو انداختن خاصہ از بہر دست
 گیری و بہم سازی من باشد۔ ہر چند این مجموع مراتب
 چنانکہ باید خاطر نشان و دل نشین است 'اما دل از
 بے حوصلگیہا بجوش و لب از ہرزہ نوانیہا بہ خروش
 می آید۔ مامول کہ عذر بے اختیاریہا شوق بہ ہزیرند و

بر خردان خرده نگیرند۔ والسلام والا کرام !

(۳۰/۱۳)

مخدوم صورت و معنی سلامت

پایان صحبت مشاعرہ بخاطر بود نکتہ چند
تحویل سامعہ جناب ساختن و دل را از اندوہ پرداختن۔ اما
ہلاک شیوہ عزم جوا ننانہ جنابم کہ از حلقہ بزم بہ آئینے
بدر خرامیدند کہ تودیع بہ عمل نیامد تا بہ تسلیم چہ
رسد۔ ناچار ایدون خامہ نیاز رقم را وکیل گزارش مدعا
ساختہ مکتوبی بنام نامی آغا صاحب رقم زدہ در نورد
عرض داشت فرستادہ است۔ مترصد کہ سر تا پای آن
نہ گرسٹہ (۱) بہ مکتوب الیہ بہ سپارند۔ می بایست کہ
ہر چہ بہ آغا صاحب نگاشتہ ام بخدمت آن مخدوم
عرضہ داشتی۔ اما مصلحت اقتضائے این معنی کرد۔
بہر رنگ کار بہ عنایت است و باقی بہانہ ۔

(۳۱/۱۴)

قبلہ من

بخدا کہ ہر دم خیال ناسازی مزاج آقا محمد

۱- ظاہر ہے درست "گرسٹ" ہے۔ اور ترجمہ ای قیاس پر کیا گیا ہے۔

حسین دلم را رنجه دارد. خدائے توانا آن گوهرِ قلزمِ مرّوت یعنی آقا صاحب را سلامت دارد و تندرستی بخشد. اگرچه بنده را در هر گلی بندر به سبب تفرقه و رمیدن ملاحان کلکته و از کف رفتن آن سفینه و جستجوی زورقی دیگر پنج روز اتفاق اقامت افتاد و مکتوبی خاص از بهر استخبارِ تندرستی آقا صاحب معرفت متصدی سرکارنواب صاحب بنام نامی جناب رقم کرده فرستادم. اما چون در آن پنج روز جوابش نہ رسید، دلم شوره تر گشت. خداوند! صحتش بخشیده باشی، هر نفس ورد زبان من است. انداز غم خواری که از ملازمان جناب در حقِ خویش دیده ام، نہ چندانست که اندکی از بسیار آن شرح توانم داد. بخدا، به پشتگرمی اخلاقِ شما داغ فراق دہلی بر دلم سرد بود. شکر است و صد ہزار شکر کہ در غربت یک گراں مایہ از اربابِ وطن یافتم. اما حیف کہ دیگر امید وصال نیست. جناب مرزا صاحب وعده دادند کہ بہ دہلی خواہم رسید. باشد کہ اتفاق افتد. لیکن دستم بدامن شما دگر نہ خواہد رسید. آہ از من ووائے بہ روزگار من! امروز کہ بہ روز سہ شنبہ است، در مرشد آبادم و کشتی میجویم. امید کہ ہمیں یک دو روز ہراہ دریا روان

گردم . اللہ بس 'ماسواہوس' !
(۲۲/۱۵)

مخدوم من '

توقف در ہوگلی اگرچہ اختیاری نبود' اما انتظار
جواب مکتوبی کہ بتوسط وکیل نواب علی اکبر خان
بخدمت فرستادہ بودم 'سرخوش نشہ کیفیت انتظارم
داشت . وحقا کہ از آن نامہ جز استخبار آغا محمد حسین
صاحب امری دیگر نبود . چون در آن پنج روزہ درنگ
پاسخ نہ رسید و کشتی دست بہم داد' دل تنگ بہرہ
افتادم . بخدا در ہیچ سر منزل از حال آغا محمد حسین
فارغ نبودہ ام و ہنوز آن کشاکش ہمچنانست . نیازنامہ از
مرشد آباد در نورڈ عرضہ موسومہ جناب مرزا احمد
بیگ خان دام مجدہ ارسال یافتہ . خوش باشد' اگر
رسیدہ باشد . خدا را' در جواب این نامہ سطری چند بر پارہ
کاغذی رقم کردہ ہماں در نورڈ مکتوب مخدومی
مرزا احمد بیگ خان بفرستند کہ آن صحیفہ در باندہ ہمن
خواہد رسید و سرمایہ آراہش چنان سُستمند خواہد بود .
بخدمت آغا صاحب سلام شوق ' اما نہ بدان معنی کہ
بہ زبان بگویند' بلکہ این صفحہ را نشان بہ نمایند' کہ در

حقیقت ایس مکتوب نخست برائے ملازمان جناب
والاست و پس از آن ہم چنان برائے بندگان حضرت آغا
دو قطعہ نکردن نامہ بہوای سبک باری کاغذ است۔ و
انصاف بالائے طاعت، مضمون نیز جز عرض مراسم
سلام و دعاگوئی و شیوہ خیر طلبی نیست۔ حال خاکسار
ایس کہ امروز از ساحل نشینان معبرِ عظیم آبادم و فردا از
رہ گرایان سرِ منزل مراد۔ خدا بمانم رساند و شہم را سحر
گرداند! والسلام۔

(۴۳/۱۶)

قبلہ من

نوید صحت یافتن آغا صاحب دلم را تازہ و روانم را
شاد کرد۔ خدایش زندہ دارد و بمذارج بلند رساند۔ واللہ
مرا از تہہ دل بہ آغا محبتی است! ہر چند اظہار مہر و
وفا شعار من نیست، اما زبان را چہ کنم کہ جز بحرف حق
نمی جنبد۔ با ملازمان سامی دعوی مہر و محبت بی
ادبی است۔ من و خدای من کہ شما در کلکتہ غم غریبی و
اندوہ بی کسی از دلم ربودہ بودید۔ می دانستم کہ کلکتہ
دہلی است و غربت وطن، زندان گلستان است و بیابان
چمن۔ بزرگ منید و مرتبی جان و تنید۔ بالجملہ روزِ آدینہ

کہ غرۃ جمادی نخست بود، به باندا رسیدم۔ و روز شنبہ
 از ایں جایگاه روان خواہم شد۔ کولہرک صاحب رسیدنٹ
 دہلی از عہدہ معزول و فرانسس ہاکنس صاحب
 بفرماندہی دہلی منصوب اند۔ گویند مردیست
 رحیم القلب سلیم الطبع۔ اما حیف کہ مایل بسیر و شکار
 افتادہ و بے پروا واقع شدہ، گوش بفریاد مظلومان
 نمی نہد، و داد ستم زدگان زود نمی دہد۔ ہر چند در مقدمہ
 من حکم صدر محکم است، اما از جناب ملازمان شما و
 آغا صاحب چشم آن دارم کہ نخست دریابند و وارسند کہ
 مسٹر فرانسس ہاکنس بہادر کہ پیش ازین حاکم اول
 صاحبان دائر و سائر بودند و حالیا از بریلی بہ دہلی
 رسید، رسیدنٹی دہلی می کنند، با جناب کرنیل صاحب
 رابطہ مودتی دارند یا نہ۔ اگر باہم آشنا نہ باشند خیر، و اگر
 دوستی درمیانہ باشد، جناب سامی و آغا صاحب
 بخدمت خانم صاحبہ از جانب من آداب رسانیدہ و
 بیکسی ہائے مرا یا دہانیدہ چنان کنند کہ سپارش نامہ
 بہ کف آید کہ ہم حکم سرکار و ہم تحریر کرنیل صاحب
 باہم آمیختہ ذریعہ حصول التفات و وصول بسر منزل
 نجات گردد! اگرچہ من بہ کلکتہ نیم، اما بودن جناب و

آغا صاحب می باید. و زمان بودن من نیز کار وابسته به مهربانی، ملازمان بود و بس بلکه اگر در عرض این تمنا حاجت بدان افتد که برای کرنیل صاحب نیاز نامه از جانب من باید داد، اجازت است که عرضہ از جانب من به القاب و آداب شایسته نبشته به گزرانند. بلکه میدانم حاجت بدی مایہ ابرام نہ خواهد بود. بخدمت آغا صاحب سلامی بصد شوق و پیامی به ہزار آرزو معروض است. اگرچہ مرض رفع شد، لیکن جوانی نباید کرد و احتیاط نباید گذاشت. مضمون صدر بہ ضمیر فرا باید گرفت و بیکسی ہایم یاد باید داشت. در آغاز کار کوشش بہ سزا فرمودہ اید. حالیا کہ عقدہ را ہنگام کشایش فراز آمدہ، توجہی بہ نہانید و بخدمت خانم صاحبہ و قبلہ بندگی رسیدہ باد. اگر خدا خواست و ہاکنس صاحب آشناے کرنیل صاحب برآمد و چٹھی بہ کف افتاد، عنایت نامہ جداگانہ بہ دہلی بہ فرستند معنون باین عبارت کہ ”بہ دہلی در کہاری ہاؤلی قریب دیوان خانہ نواب نوازش خان در حویلی نواب عبدالرحمن خان بہ مطالعہ اسد برسد“۔

قبلة من^۱

اگر وثوق امید عفو نبودی، دل بہ نگارش نامہ
باوی^۲ نمی دارد. گرفتم کہ ملازمان جرم مرا بخشیدند و
خط نسخ بر خطای من کشیدند، خود را در نظر خویشتن
چہ گونه گرامی گردانم؟ ع

اگر گناہ بہ بخشند، شرمساری ہست

اینکہ در واقعہ نور چشم محمد مرزا سطر تعزیتی
از رگ کلکم نہ دمیدہ، بیشترم خوار و نژند دارند! اما من
و خدا کہ روزی چند در فکر تاریخ و روزہائی دراز ہر
پریشانی خودم سپری شد و ہنوز نہ تاریخ مردن محمد
مرزا سرانجام یافتہ و نہ نقش امید زیستم درست
نشستہ. فرماندہ این دیار خان و مان مرا بہ سیلاب فنا
داد و رنج و محنتم ضایع و حق مرا تلف کرد. اگرچہ مرہم
ایں خستگی و مومیائی ایں شکستگی در داروخانہ
صاحبان صدر ہست، اما چون منی را باز تا در آن دادگاہ
رسیدن دشوار. میشنوم کہ نواب گورنر بہادر بہ ہند

۱- درست "پارسی نمی داد" معلوم ہوتا ہے۔ اردو ترجمہ ای قیاس پر کیا گیا ہے۔

می آیند . به بینم کہ من گرد آن سپاہ بدیدہ می کشم ' یا
 خاک من جولان گاہ آن موکب علیامی شود . حضرت
 سلامت ' از بے تمیزی و ناانصافی این حاکم شکستگی در
 کارم افتاده است کہ شرح آن بصد ہزار زبان نتوان کرد .
 قطع نظر از کامیابی و ناکامی ' طعنہ خواص و خندہ عوام
 را بہ شور آورده و در خون دلم رستخیز قیامت افگندہ
 است . مقصود از بی نالہ ہائے زار آن است کہ اگر در
 نامہ نگاری درنگی روی دہد ' بہ بے وفائی متہم نباشم .
 زیادہ نیاز .

(۳۵/۱۸)

بندہ نوار '

عمریست کہ خبر از حال شما ندارم . چہ گویم کہ
 چہ مایہ در خون می تہم و چہ قدر جان می کنم ! مرا خود
 روز سیاہی پیش آمدہ است کہ از فرط آسیمہ سری شب
 از روز و سراز یا نمی شناسم . فرصت بخود پرداختنی کجا
 و سروہرگ سیہ ساختنی کرا ! می دانم کہ از واقعہ محمد
 مرزا ملول و از تاسازی روزگار بخود . شغولید . خداے شما
 را شاد و از بند غم آزاد دارد ! دریں روزہا از روی اخبار پدید
 آمدہ است کہ فضائے کلکتہ جولانگاہ ہوائی وبائی است .

سخت پریشان شدہ ام۔ خدائے را بہ ہمہ بے دماغی و دل
 تنگی بر من مہربان باید شدو دو‘ سہ سطر از عافیت
 خود باید نگاشت و تندرستی و خورسندی حکیم صاحب
 را ضمیمہ آن باید ساخت و پس از آن کہ این مراتب را در
 تحریر تفصیلی وافی دادہ آید‘ از حال ماند و بود خویشتن
 مجملی رقم توان کرد کہ خاطر م بصد رنگ بہ شما
 نگران است۔

والسلام علی من اتبع الهدی۔

(۴۶/۱۹)

قبلہ من‘

بحیرتم کہ کدام جرم سترگ از من بوجود آمدہ کہ
 سزاوار این ہمہ عقوبت گردیدم۔ جناب سامی خود گاہی
 بنامہ یادم نفرمودہ اند و جواب نیازنامہ ہائے من
 نفرستادہ۔ مرزا احمد بیگ خان را چہ شد کہ سہ ماہ
 گزشت و مکتوبی از آن جانب نظارہ افروز نگشت۔ من بہ
 دہلی بہ روزسیاہی کہ دشمن نیز مہیناد‘ در ماندہ و
 مہربانان کلکتہ یک قلم رخ التفات از من گرداندہ۔
 فلاں بیگ کہ لختی ازوے و حال وے بگوش شما

رسانده ام، سپهر را بکام خود دیده، ورقِ آشتی برگردانده
 و نامہ بے وفائی بر خوانده است. پیمان یاری شکسته و
 کمر بہ قتلیم بسته. ندانم مگر فرمان او بر خاص و عام
 کلکتہ روانست کہ جملہ یاران بہ تبعیت و بے برخاستہ
 اند و در عتاب افزوده و در مہر کاستہ اند. بخدا از
 نرسیدن نامہ مرزا احمد بیگ خان برنج اندرم. مہربانی
 را چہ شد و دوستی کجا رفت ؟ ایدون کہ صریح دانستم کہ
 مرزا صاحب پیاس ربط فلاں بیگ طریقہ فرستادن نامہ
 و پیام بامن مسدود کردند، من نیز خود را از
 تحریر مکاتبات بہ کنارہ کشیدہ ام. و بجناب چہ گویم، کہ
 از روز نخست رسم و راہ نامہ و پیام سر نہ کردہ اند. ناچار
 بہ مقتضای گمانی کہ بر عنایات شما داشتم، این عرض
 داشت بخدمت فرستادم. اگر چہ می دانم کہ پاسخ
 نخواہد رسید، اما ہنوزم بر شما نیم گمانی است و
 گنجایش امتحانی. زیادہ زیادہ.

بخدمت آغا صاحب نامہریان آداب خاکسارانہ
 و نیاز ہائے درویشانہ قبول باد، بشرطیکہ در صورت
 پذیرفتن آداب نیاز از بس روسیاء از جانب فلاں بیگ
 احتمالی رنجش نہ باشد. والسلام خیر ختام.

(۴۷/۲۰)

ستایش و نیایش و کورنش و تسلیم ' ایں ہمہ
تمہید تقاضائے فرستادن (۱) عبودیت نامہ (غالب)
دہلویست۔ اگر فرستادہ اند سپاس بر سپاس ' و گرنہ
مکرر التماس۔

بنام ادارہ جام جہاں نما

(۴۸/۱)

چہرہ پردازانِ اوراقِ جامِ جہاں نما را از اسد اللہ
خان داد خواہ آئینہ عرض ایں مدعا در نظر باد کہ ایں
ننگِ آفرینش کہ موسوم بہ اسد اللہ خان و معروف بہ
مرزا نوشہ و متخلص بہ غالب برادرِ زادہ نصر اللہ بیگ
خان جاگیردار متوفی سونک سونساست حق خود ' کہ
عطیہ سرکارِ انگریزی است ' از جاگیردار فیروز پور
می جوید۔ باز پرس مراتبِ تظلم بموجب حکم صدرِ والا
قدر بہ محکمہ محتشمہ رسیدنٹی دہلی در پیش ' واصل
مقدمہ بہ پیش گاہِ عالم پناہ کونسل عالیہ زیر تجویز

۱- ایہ معلوم ہوتا ہے کہ "موضوع نامہ" سے قبل لفظ "پانچ" نہ لکھا گیا ہے۔ اردو ترجمہ ای قلماس پر لکھا گیا

است۔ اما از آن جا کہ جاگیردار فیروز پور ترنگر است و
 من تہی دست، 'گروہا گروہ مردم خاص و عام باوی یک
 دل و یک زبان اند۔ از آن جملہ خبر گویان دربار گاہ
 رسیدنٹی بہ نیت حصول ثوابی کہ در آزار من گمان
 می کنند' حال مقدمہ مرا بعنوانہاے ناسزا مذکور و
 مشہور می کنند و ہذا الطبع جام جہاں نما می فرستند و
 آن خبر ہائے خلاف واقع بہ قالب طبع در می آید۔ و
 پیداست کہ با یک شہر ستیزہ نتوان کرد و خلعتی را از
 حال خود آگہ نتوان ساخت۔

چہ کنم با یک آسمان اختر، چہ کنم با جہاں
 جہاں دشمن، ناچار از سطوت اعدا بخدائے پناہم، و از
 اعیان دار الطبع جام جہاں نما آن می خواہم کہ ہمت
 بہ نواختن بے کساں گمارند و این چند سطر را در اوراق
 جام جہاں نما بقالب طبع در آرند۔ و آیندہ ہر خبری کہ
 نسبت بدیں گم نام مستہام از دہلی برسد، از نظر
 اندازند و در جام جہاں نما منتطبع نسازند۔ اما این
 استدعا برای دوام است و داعی را در قبول این ملتسم
 خیلے ابرام۔

بنام شیخ ناسخ

(۴۹/۱)

سبحان الله!

متاع مرا باین همه ناروانی خریداری و مرا باین همه
ناکسی غم خواری هست . چه کنم ' تا سپاس عنایت
ناگزارده نماند ! بسا ناہم در این سگالش بے خواست
برزبان برآید کہ " جان فدایش باد ! " غیرت در چشمک
زنی و ہمت در جان گذاری ' چه جانی کہ جوان مردان از
دشمن دریغ نہ دارند ' اگر بہائے دوستی فشانده باشم '
پیداست کہ چه مایہ حق وفا بہ تقدیم رسانده باشم .

قبلہ و قبلہ گاہ غالب دردمند سلامت '

مشکین رقم صحیفہ مشام آرزو را غالیہ ساو
چہرہ آبرو را پردہ کشا آمد . خامہ مخدوم بہ گلبانگ
التفات پردہ چند از پرسش روداد ' سخن را درد و مقام
نشست ہمدمی بحشید . نخست در معرض
استفسار کمیت زر ڈگری و آن گاہ ہزہ نمونے سفر دکن .
نہفتہ مباد آن چہ کہ در عبودیت نامہ پیشین از این عالم
گفتہ شدہ بود ' سیرابی بیان داشت ' ورنہ مرا کہ با

کشاکش تقاضا خو کرده، مدتی دراز در مخصه قرض بسر برده ام، ازیر، هنگامه بردل بندی و گزندی نیست. و خود ایس مایه زر که از من بدارالقضا خواسته می شود، بدان نمی ارزد که خاطر من را پراگندگی دهد، چه از پنج هزار افزون تر نیست. بهائے زیور و پیرایه شبستان بدین و ما تواند کرد. آن چه که مرا می باید داد، از چهل هزار افزون تر و از پنجاه هزار کمتر است. حاشا که بدین وجه آرزوی اجرا گرد دل گردد، یا خود مناسب حالم بوده باشد! مگر ایس قدر از دست بهم دهد، تا نشینم و مشیت مشیت بر مدعیان افشانم و خود را ازین بلا که دنیاش نامند، بر کران کشیده قلندر گردم و گیتی را سراسر گردم. ایس که لختی از عمر تلف نمودم و مدح شاه اوده سرودم، آرائش بساط ایس تمنا بود و در یوزه دست گاه ایس هوس. چون کار ساخته نه شد و زمزمه من بدلهاے سخت شاهان فرود نیامد، روی گرداندم و برخود دریغ خوردم. اکنون من کجا و سفر دکن کجا! سی سال در رنگ و بودمی و نی بسر رفت. اکنون دل را بدینها گرایشی نمانده و داعیه ربائی، از بند تن پدید آمده. همه آن می خواهم که یک باره مرزبوم ایران را به پیامم و

آتش کدہ ہے شیراز را بنگرم۔ و اگر پامے عمر بہ سنگ
 نیاید، فرجام کار بہ نجف اشرف ہرسم و مزار آن را کہ از
 کیش آبایم بدر آورد و بے خود بخود کشید، 'بنگرم'
 مستانہ جان دہم و سربہ بالین فدانہم۔

غالب، 'روش مردم آزاد جداست
 رفتارِ اسیرانِ رہ و زاد جداست
 ما ترک مراد را ارم می دانیم
 و ان باغچہ حبطی شداد جداست

انصاف بالانے طاعت است۔ عزیمت سفر بے گسستن
 بند و ام مضای پذیر نیست، و چون این بند گسسته و این
 سنگ از راہ برخاستہ شد، 'حیف باشد کہ جز راہ نجف
 ہویم و وای بر من اگر جزوی جویم۔ چند و لال زمزمہ مارا
 چہ داند و ہنجاہ مارا کہ دریابد۔ پیرے، 'خرفے، ہیچ مدانے'
 کج مع زبانے، آن کہ در ہارسی قتیل را باو ستادی
 گیرد، غالب را چہ می کند، و آن کہ در اردو نصیر را
 ستاید، ناسخ را چہ می کند! و خود عمرش از ہشتاد
 متجاوز است، تا باو میرسم، او بہ جہنم میرسد۔

مکتوب الیہم کے

سوانحی احوال و کوائف

سراج الدین احمد

مولوی سراج الدین احمد موہان (لکھنؤ) کے باشندہ تھے کاروبار کے سلسلے میں انہوں نے کلکتہ میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ جن دنوں غالب اپنی پاشن کے مقدمہ کی بیرونی کے سلسلے میں کلکتہ پہنچے تھے مولوی سراج الدین احمد کا قیام وہیں تھا۔

مولوی سراج الدین احمد کی فرمائش پر غالب نے اپنے اردو فارسی کلام کا ایک مختصر سا انتخاب کیا اور اس کا نام گل رعنا رکھا۔ مولوی سراج الدین احمد کا کلکتہ کے ہفتہ وار اخبار آئینہ سکندری سے تعلق تھا یا نہیں، وثوق سے کہنا مشکل ہے۔ البتہ یہ یقینی امر ہے کہ وہ حکام میں اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ چنانچہ ان ہی کی کوششوں سے آئینہ سکندری میں غالب کا کلام چھپتا رہا۔ غالب اس ہفتہ وار کا باقاعدہ مطالعہ کرتے تھے۔ اس کے متعلق انھوں نے اپنے ایک خط میں اپنی رائے کا بھی اظہار کیا ہے اور اس کے خریدار بنانے کی بھی سعی کی ہے۔

مولوی سراج الدین ۱۸۵۹ء میں لکھنؤ چلے آئے تھے اور احاطہ خانساہان کے متصل نکلے شیر علی شاہ کے قریب مولوی عبدالکریم کے مکان میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ غالب نے اپنے شاگرد فشی شیو نارائن آرام کے ذریعے اپنی تصنیف دہنوبوکا ایک نسخہ ان کے اسی پتہ پر بھجوا دیا ہے۔

غالب اور مولوی سراج الدین احمد کے تعلقات کی نوعیت کا اندازہ ان خطوط سے بھی ہوتا ہے جو انہوں نے فشی جواہر سنگھ جوہر کے نام لکھے ہیں۔ مولوی سراج الدین احمد نے ایک طویل عرصہ اکبر آباد میں گزرا۔ جن دنوں مولوی

سراج الدین احمد اکبر آباد میں تھے انھوں نے منشی جواہر سنگھ جوہر کو ان کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ ان کی صحبت میں رہ کر کسی قابل ہو سکیں۔ غالب نے بے خبر کے نام ایک خط میں مولوی سراج الدین احمد کی یوں تعریف کی ہے:

باسراج الدین احمد چارہ جز تسلیم نیست
ورنہ غالب نیست آہنگ غزل خوانی مرا

(غالب ص ۱۱۴ ص ۱۱۳ ذکر غالب ۲۰۳-۲۵۱ تاریخ صحافت اول ص ۸۰)

(خطوط غالب ص ۲۷۰)

مرزا احمد بیگ طپاں

مرزا احمد بیگ طپاں، مرزا جان پیش کے شاگرد اور دہلی کے ہاشمہ تھے۔ ان کا سلسلہ نسب تھمش خاں والی دشت قبیاق تک پہنچتا ہے۔ عبدالغفور خاں نساخ نے ان کے والد کا نام عطاء اللہ خاں بتایا ہے یہ درست نہیں۔ مولوی عبدالقادر رامپوری نے ڈھاکہ سے کلکتہ پہنچ کر طپاں سے ملاقات کی تھی۔ انہوں نے ان کے والد کا نام مرزا ہادی خاں لکھا ہے۔ یہ غلط نہیں ہوگا۔ غالب نے ان کے لیے ”مرزا احمد بیگ خاں ابن مرزا ہادی بیگ خاں برادر زن مہین برادر نواب احمد بخش خاں دوم“ لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاندان لوہارو سے ان کی رشتہ داری تھی۔

جب دہلی اہل کمال پر تلگ ہو گئی اور وہاں کے رہنے والوں نے دور دراز کے علاقوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تو مرزا احمد بیگ طپاں بھی کلکتہ چلے گئے۔ عبدالغفور نساخ کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ صدر دیوانی کلکتہ میں عمار کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ اس کی تائید غالب کے ایک خط سے بھی ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جن دنوں وہ اپنے مقدمہ کی بیرونی کے سلسلہ میں کلکتہ آئے تھے مرزا احمد بیگ

خاں طپاں کا تقرر مختار صدر دیوانی کلکتہ کی حیثیت سے عمل میں آیا تھا۔ غالب کو ان سے اس امر کی بھی شکایت رہی تھی کہ انہوں نے ذہنت بخش بخش غیش گاہ صدر عدالت ہونے کے بعد ایک مرتبہ بھی ان کو یاد نہیں کیا۔ مرزا احمد بیگ خاں طپاں جب کلکتہ سے آکٹا گئے اور دہلی آنے کا ارادہ کیا تو غالب نے ان کو مشورہ دیا کہ وہ کلکتہ کو غنیمت جانیں دہلی میں وہاں کی ہی فراغت اور آسودگی ممکن نہیں۔

غالب نے کلکتہ کے قیام کے دوران اعظم الدولہ سرور کے تذکرہ کے لیے مرزا احمد بیگ طپاں کے حالات اور کلام حاصل کیا تھا اعظم الدولہ سرور نے اسے کسی وجہ سے اپنے تذکرہ میں شامل نہیں کیا۔ جب مصطفیٰ خاں شیفتہ اپنا تذکرہ گلشن بے خار مرتب کرنے لگے تو غالب نے ان کو (اس طرح) تاکید کی۔

”مرزا احمد بیگ طپاں سے میری ملاقات کلکتہ میں ہوئی تھی۔ وہ اردو میں شعر کہتے تھے۔ اور مرزا جان پیش کے شاگرد تھے۔ کلکتہ کے قیام کے دوران جب میں نے ان کو بتایا کہ نواب اعظم الدولہ میر محمد خاں سرور اردو شاعروں کا تذکرہ مرتب کر رہے تو طپاں نے مجھے اپنا منتخب کلام عنایت کیا تھا تاکہ میں اسے دلی لیتا جاؤں اور سرور کے حوالے کر دوں۔ سرور کے ذہن سے یہ بات نکل گئی اور وہ اوراق ان کے تذکرہ میں شامل ہونے سے رہ گئے۔ افسوس ہے کہ مجھے خود بھی ان کا کوئی شعر یاد نہیں رہا آپ زحمت فرما کر ان اوراق کو سرور مرحوم کے فرزندوں سے حاصل کر کے شامل تذکرہ کر لیں۔“

گلشن بے خار میں مرزا احمد بیگ طپاں کا ذکر نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کو اعظم الدولہ سرور کے صاحبزادوں سے مرزا احمد بیگ طپاں کے حالات اور کلام حاصل کرنے میں کامیابی نہیں ہو سکی۔ مرزا احمد بیگ خاں

طپاں نے ۱۸۳۳ء میں انتقال کیا۔ نساخ کے بیان کے مطابق ان کی یادگار ایک دیوان بھی تھا۔ مولوی عبدالقادر رام پوری نے ان کے متعلق لکھا ہے۔

”وہ اچھے شاعر ہیں، اپنا سلسلہ نسب قصبہ خاں سے ملاتے ہیں۔ میری ان سے بے تکلفانہ دوستی ہے۔ وہ ریختہ گوئی میں پرانے شعراء کا نمونہ ہیں۔ نکلنے کے اکثر لوگ اس فن میں ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ اس خیال سے کہ لوگ یار فروشی نہ سمجھیں، ان کا مرتبہ جیسا جانتا ہوں، نہیں لکھتا۔“

مرزا احمد بیگ طپاں کا نمونہ کلام یہ ہے :

رات کو چرخ سے ٹوٹا نہ ستارہ ہوگا آہ سوزاں کا مری کوئی شرارہ ہوگا
کیوں نہ مجھ لوگے ہنڈولے میں تم اغیار کے ساتھ
میری قسمت کا جو گردش میں ستارہ ہوگا

پابند نہیں اپنے وہ رجبہ عالی کا پڑ جائے جسے چسکا اس پیار کی گالی کا
طرفین کی الفت سے تکمیل محبت ہو امکان نہیں بچنا اک ہاتھ سے تالی کا
کون آئینہ رواں آج گیا ہے مرے گھر سے پیدا ہے جو حیرت مرے ہر حلقہ دور سے
دیر سے نکلتے نہیں جو مردم آبی پنہاں ہیں مری آہ شر ہار کے ڈر سے

تغیر وعدہ جاناں میں سوسو ہار ہوتا ہے کبھی اقرار ہوتا ہے کبھی انکار ہوتا ہے
(خُن شعر ا ص ۳۰۲، کلیات نثر غالب ص ۱۳۳، ص ۱۰۹۔ علم و عمل ص ۱۳۳)
مترقات غالب ص ۷۵، ص ۷۰)

مرزا ابوالقاسم خاں

مرزا ابوالقاسم خاں کا پورا نام معذ خطاب مصلح الدولہ سید ابوالقاسم خاں تھا۔ وہ دہلی میں پیدا ہوئے تھے۔ عبدالغفور نسّاخ کے بیان کے مطابق ان کا سلسلہ نسب امیر تیمور تک پہنچتا ہے۔ بنی نرائن کے بقول وہ دہلی کے خاندان بادشاہی سے تعلق رکھتے تھے۔ غالب نے ایک شعر میں ان کو ”درد کی یادگار“ کہا ہے۔ درد کے خاندان سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ شاید انہوں نے درد سے اصلاح لی ہو۔ اس سلسلہ میں بھی وثوق کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے۔ ان کے حالات میں تذکرہ نویسوں کے بیانات بہت مختصر اور بڑی حد تک ناقص ہیں۔ ان سے یہ بھی پتہ نہیں چلتا ہے کہ مرزا ابوالقاسم خاں نے کب اور کیوں دہلی سے ہجرت کی۔

مولوی عبدالقادر رام پوری نے اپنے قیام کلکتہ کے دوران مرزا ابوالقاسم خاں کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ مرزا ابوالقاسم خاں نے دہلی سے نکلنے کے بعد کچھ دنوں لکھنؤ میں قیام کیا، پھر عاشری معاش میں کلکتہ پہنچے۔ لیکن وہاں بھی لیاقت کے مطابق معاش کی صورت پیدا نہیں ہو سکی۔ جن دنوں غالب کا قیام کلکتہ میں تھا مرزا ابوالقاسم خاں اور غالب میں موانست پیدا ہو گئی تھی۔ غالب نے ان کے نام جتنے بھی خطوط لکھے ہیں، ان میں بعض گھریلو باتوں کا تذکرہ ہے اور بس۔ ایک مرتبہ غالب نے مرزا ابوالقاسم خاں کو مسہل لینے کا مشورہ دیا۔ مسہل سے مرزا ابوالقاسم خاں کو فائدہ ہوا تو یہ مختصر قطعہ کہہ کر غالب کو بھیجا۔

اے صبحِ زماں تو می دانی	بہ جنابتِ ارادتے کہ مراست
یوٹی کے رسد پہ تشخیصت	کے فلاطون مثال تو داناست
می سزد مگر بگویمت بقراط	در فلاطون بخوانست زیباست

مسہلی دلدی و بفرمودی پہ عمل آو بے نگاں کہ شفاست
زاں عمل دور شد مرض بالکل مگر گویم توئی مسج بہاست

غالب نے اس قطعہ کے جواب میں فوراً ایک قطعہ کہا اور انہیں ارسال کیا۔
دیوانہ جہاں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۱۲ء کو کھلکتے میں ایک طرحی مشاعرہ
ہوا تھا جس میں مرزا کاظم علی جوآں، میر حیدر بخش حیدری، سید جعفر علی رواں، افتخار الدین
علی خاں شہرت، مرزا ہاشم علی ملّا، مرزا قاسم علی ممتاز، مرزا الحف علی دلا اور دوسرے شعرا
نے اپنی طرحی غزلیں پڑھی تھیں۔ اسی مشاعرے میں مرزا ابوالقاسم خاں نے یہ شعر
سنائے تھے۔

بہر میں اس گل کے گل ہاتھوں پہ کھایا چاہیے
ہاتھ کو گلہ شہ رنگیں بنایا چاہیے

دل کہے ہے کیروی کفنی رنگایا چاہیے
بھیس اے قاسم فقیری کا بنایا چاہیے

جی اسی کے دھیان میں اپنا لگایا چاہیے
دل سے اسباب تعلق سب اٹھایا چاہیے

خانقاہ قیس پر اور مرقو فرہاد پر
شع اور گل عاشقو جاکر چڑھایا چاہیے

آگ بھڑکی ہے جگر میں بے طرح اے چشم تر
دے کے چھپکا اٹک کا اسکو بھجایا چاہیے

چاہتے ہو مگر شفا اس عاشقِ رنجور کی
خاک تھوڑی مرقدِ بھنوں سے لایا چاہیے

لگ رہی ہے لوجی (۷) قاسم اب کئی دن سے ہمیں

حضرت دہلی کو کلکتہ سے جانا چاہیے

بہادر شاہ ظفر کے روزنامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوالقاسم خاں کلکتہ سے

دہلی آ کر واقعہ نگار سلطانی ہو گئے اور جیسوی و بائیں ۱۲ دسمبر ۱۸۳۵ء کو انتقال کیا۔

(دیوان جہاں ص ۳۳۷ متفرقات ص ۵۰ ص ۱۰، علم و عمل ص ۶۳۳ سخن شعرا

ص ۳۰۸، بہادر شاہ ظفر کا روزنامہ)۔

جام جہاں نما

مطبوعہ فارسی صحافت کا آغاز ”مراۃ الاخبار“ سے ہوتا ہے جسے راجہ رام موہن

راے نے ۳۰ اپریل ۱۸۴۲ء کو جاری کیا تھا۔ یہ اخبار نہ صرف برصغیر پاک و ہند کا پہلا

اخبار تھا بلکہ ایران کو شامل کر کے پوری فارسی صحافت میں اس اخبار کو اولیت حاصل

ہے (ایران میں سب سے پہلا اخبار محمد شاہ قاجار کے عہد حکومت میں ۱۸۳۷ء میں

صالح شیرازی کی زیر ادارت نکلا تھا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ برصغیر میں فارسی صحافت

چندہ سال پہلے شروع ہو چکی تھی)۔ فارسی کا دوسرا اخبار ”جام جہاں نما“ کے نام سے

ہری ہروت نے ۱۶ مئی ۱۸۴۲ء کو جاری کیا۔ اس اخبار کے ابتدائی چھ شمارے اردو میں

نکلے تھے۔ بعد میں اس کی زبان فارسی کر دی گئی۔ ہری ہروت نے جو کلکتہ کے ایک

ممتاز ہنگامی ہندو صحافی تھے، سدا سکھ لال کو اپنے اخبار کا مدیر مقرر کیا تھا۔ اخبار کی ناشر

۱۔ یہ نقطہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

کلکتے ہی کی ایک انگریز تجارتی کوٹھی ولیم ہاپ کنس ایجنڈ پرس کمپنی تھی۔ یہ اخبار کلکتے اور اس کے گرد و نواح میں بسنے والی انگریز آبادی کے لیے نکالا گیا تھا جو سرکاری زبان فارسی سیکھنا چاہتی تھی۔ جام جہاں نما کے سرنامے پر کمپنی کی سرکاری مہر بھی پابندی سے چسپا کرتی تھی۔ اور یہ بدعت انگریزی اخبارات نے بہت پہلے شروع کی تھی۔ جام جہاں نما میں مہر کی اشاعت (ایسٹ انڈیا) کمپنی بہادر سے امداد و مراعات کے حصول کے لیے تھی۔ ولیم جینٹنگ کے دور میں شعبہ فارسی کے سکرٹری مسٹر اسٹرنگ نے ویسی اخبارات کے بارے میں جو رپورٹ تیار کی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخبار کو سرکاری امداد بھی ملتی تھی۔ یہ سرکاری امداد حکومت نے ۱۸۲۸ء میں خفیہ اخراجات کے سبب بند کر دی اور ۳ دسمبر ۱۸۲۸ء کو جب اخبار کا اپنا چھاپہ خانہ قائم ہو گیا تو سرکاری مہر کا نشان بھی میثانی سے غائب ہو گیا۔

جام جہاں نما میں عموماً خبریں ہی ہوتی تھیں۔ سیاسی اقتصادی اور عام دل چسپی کے مضامین کی طباعت کا کوئی اہتمام نہیں تھا۔ کبھی کبھی کسی نئی کتاب کا اشتہار چھپ جاتا۔ کبھی اخبار کے اندرونی صفحے پر کوئی غزل چھپ جاتی۔ اور گلزیب کی حکومت کا احوال چھپنا شروع ہوا اور ایک سال تک چھپتا رہا۔ اسی طرح ”الف لیلہ“ کا ترجمہ ۳۰ جنوری ۱۸۳۸ء سے چھپنے لگا مگر معلوم کس وجہ سے ایک ماہ بعد بند ہو گیا۔ عبدالستار صدیقی کے بیان کے مطابق ”جام جہاں نما“ ۱۸ مارچ ۱۸۳۵ء تک نکلا رہا۔ لیکن اختر شہنشاہی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۱۸۸۸ء میں بھی شائع ہو رہا تھا البتہ اس وقت مالک فشی قلام حسین اور مہتمم مصور حسین تھے۔

(اردو صحافت انیسویں صدی میں۔ مصنفہ ڈاکٹر ظاہر مسعود ص ۱۰۰)۔

۴۔ شیخ امام بخش ناسخ

شیخ امام بخش ناسخ ۷۷۷ھ میں فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۳۸ء میں لکھنؤ میں ان کا انتقال ہوا۔ ناسخ اپنے دور کے بڑے شاعر تھے اور تخلیقی اثر کے اعتبار سے منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ ناسخ کسی کے شاگرد نہیں تھے۔ انہوں نے اپنی کوشش اور کاوش سے اُستاد وقت کا درجہ حاصل کیا تھا۔ ریاض النصح میں مصحفی نے انہیں ”علیم الطبع و مہذب الاخلاق“ انسان بتایا ہے۔ ان کے شاگردوں کی کثیر تعداد لکھنؤ اور بیرون لکھنؤ پھیلی ہوئی تھی اور یہ سب شعرا انہی کے رنگ میں شعر کہہ کر ناسخ کے رنگ شاعری کو پھیلا رہے تھے۔ اپنے زمانے میں شعر کے تعلق سے ان کی رائے اسی طرح مُسلم و مُستند مانی جاتی تھی جس طرح مفتی کا فتویٰ مذہبی امور میں حرفِ آخر کا مرتبہ رکھتا ہے۔ سعادت خاں ناصرنے اسی لیے انہیں ”مفتی مسائل سخوران“ کہا ہے۔ اس دور میں ناسخ کے رنگ شاعری کا یہ اثر تھا کہ ایک زمانے میں خود غالب اور مومن دونوں ناسخ کے رنگ میں شعر کہنے کی کوشش میں مصروف تھے جس کا ذکر غالب نے اپنے ایک خط میں بھی کیا ہے۔ ناسخ شعر و شاعری کے ساتھ اُس دور کی سیاست میں بھی شامل تھے اور اسی وجہ سے انہیں ایک عرصہ تک لکھنؤ چھوڑ کر الہ آباد میں جلا وطنی اختیار کرنا پڑی تھی۔

ناسخ نے اتنی بڑی تعداد میں قطعات تاریخ لکھے ہیں کہ اس دور کی تاریخ کے اہم واقعات ان قطعات کو پڑھ کر روشن ہو جاتے ہیں۔ امام بخش ناسخ نے غزلیں بھی کہیں اور مثنویات و قصائد بھی کہے لیکن ان کی اصل تاریخی حیثیت و اہمیت اُن کی غزلوں سے ہی قائم ہے۔ ان کا کل شعری اثاثہ پانچ اردو مثنویوں، تین اردو اور ایک فارسی دواوین پر مبنی ہے۔

ناتخ نے اپنی شاعری کی بنیاد مضمون بندی پر قائم کی اور شعر سے جذبہ و احساس کو پوری طرح خارج کر دیا اور اس سے وہ رنگ و جوہر میں آیا جو ناتخ سے مخصوص ہے اور جسے غالب نے ”طرز جدید“ کہا ہے اور ناتخ کو اسی رنگ کا نو جد ٹھہرایا ہے۔ اس طرز جدید نے اس دور کی نئی اور پرانی دونوں نسلوں کو متاثر کیا۔ طرز جدید کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ مصحفی جیسے اُستاد الاساتذہ نے اپنے ”سادہ گوئی“ کے طرز کو ترک کر کے اپنا ”دیوان ششم“ ناتخ کے رنگ میں مرتب کیا۔ ناتخ نے اپنے اس رنگ خاص کو جذبہ و احساس سے عاری کر کے تلازمات، مناسبات، تمثیل، تخیل پر دازی اور مبالغے کے استعمال سے ایسی مضمون آفرینی کی کہ وہ رنگ لکھو کے تہذیبی مزاج سے ہم آہنگ ہو گیا۔ طرز جدید میں معنی حقیقی نہیں ہوتے بلکہ قیاسی یا فرضی ہوتے ہیں جن میں کبھی صنعت حسن تعلیل اور کبھی مبالغے سے اور کبھی مناسبات لفظی اور تلازمات سے معنی پیدا کیے جاتے ہیں اور یہ معنی احساس و جذبے سے عاری ہوتے ہیں۔ طرز جدید کی یہی خلاقی ہے اور یہی حلاش مضمون تازہ ہے۔ اسی وجہ سے اس دور کی شاعری سے ”داخلیت“ خارج ہو گئی اور ”خارجیت“ نے اس کی جگہ لے لی۔

ناتخ نے نہ صرف طرز جدید کی بنیاد ڈالی بلکہ اسی کے ساتھ اصلاح زبان کا بیڑا بھی اٹھایا۔ انھوں نے ایک طرف خود اپنے وضع کردہ اصلاح زبان کے اصولوں کی پیروی کی اور ساتھ ہی اپنے شاگردوں کو بھی ان اصولوں پر چلنے کی تلقین کی اور بلا آخر یہ تحریک آگے چل کر ناتخ کے شاگردوں مثلاً علی اوسط رشک، رند اور خواجہ وزیر وغیرہ کے ہاتھوں اپنے عروج کو پہنچی۔

(جناب جمیل جالبی سے اچھائی شکر یہ کے ساتھ)

فرہنگ

معنی	الفاظ
حیز و خراسانی اوش۔ دو کو ہانہ شتر ہانتری	۱۔ بکشی
جمع راویہ بمعنی خانقاہ۔ مسافر خانہ	۲۔ رواجا
گمنامی	۳۔ غنول
شرم جیا۔ خجالت۔ شرمندگی	۴۔ آزر م
مناٹا۔ فنا کرنا	۵۔ انا
کوچ۔ روانگی	۶۔ تہضت
جمع رایت بمعنی جھنڈا۔ پرچم۔ علم	۷۔ رایت
شاید۔ یقیناً۔ گویا	۸۔ تاہا
ظاہر سے پھیر کر دوسرے معنی پہناتا	۹۔ تاویل
افتران۔ سخن آرائی۔ آراستہ کرنا	۱۰۔ استویل
برابری کرنا۔ مقابلہ	۱۱۔ معارضہ
بہت پاکیزہ۔ بہت لطیف	۱۲۔ اللطف
(۱) دوستی (۲) آرزو۔ چاہت	۱۳۔ (۱) بوداد (۲) دوداد
صاف۔ برگزیدہ۔ خلاصہ	۱۴۔ مینوٹ
دوستی۔ محبت۔ الفت	۱۵۔ خلقت
نوحہ۔ جین۔ مردے پر مناد اور سر پہنٹ کر رونا	۱۶۔ مویہ
بڑا۔ کلاں۔ بزرگ۔ عظیم	۱۷۔ شترگ
(۱)۔ مغلز۔ کھوپڑی۔ گودا (۲)۔ آگ۔ زہور۔ بجڑ	۱۸۔ (۱)۔ غ (۲)۔ غ
بہر حال	۱۹۔ پائی حال
رطبت خاطر	۲۰۔ طوع خاطر
خفخفاری کرنا۔ ڈھونڈنا۔ بچ چھنا	۲۱۔ تھقد
خلپان۔ سوچ۔ تعلق باطن	۲۲۔ خار خار
(۱)۔ نشان۔ مال۔ اسباب۔ سرمایہ (۲)۔ چوڑائی۔	۲۳۔ (۱)۔ غرض (۲)۔ غرض

معنی	الفاظ
جو ملت خود قائم نہ ہو۔ جمع امراض	۲۳۔ نمای
پھغوری	۲۵۔ حیف و میل
خرد برد۔ ہد عنوانی	۲۶۔ ابرام
اصرار۔ تکرار	۲۷۔ ورا از نفسی
طولی کلامی۔ جیس دی	۲۸۔ شہیدم
مصدر شہیدن بمعنی سو گھنا۔ میں نے سو گھنا	۲۹۔ حشرات
جمع موشرف۔ جمہولی بات بھی کر رکھائی ہوئی	۳۰۔ استخ
شرعی حکم۔ دریافت کرنا	۳۱۔ اشعار
آگاہ کرنا۔ مشہور کرنا	۳۲۔ پیری
تمام۔ آخر۔ گذشتہ	۳۳۔ مکارہ
جمع ٹکرہ بمعنی رنج	۳۴۔ پیدا
میدان	۳۵۔ رخ
صاف کیا ہوا	۳۶۔ یکدست
یکساں۔ پورا	۳۷۔ سعایت
ہڈگوئی۔ تھل خوری	۳۸۔ حالی شد
معلوم ہوا	۳۹۔ مطبوعہ
تہ خانہ	۴۰۔ انجمن
کوچ کرنا۔ اٹھنا	۴۱۔ کافز انام
سب لوگ	۴۲۔ نژدہ
ٹھکنے۔ اونٹن۔ سہر پھرا۔ خفا	۴۳۔ وقع
اقتدار۔ عزت۔ اونچی جگہ	۴۴۔ سراج سراج
ٹھنڈے۔ گڑبڑ۔ اتھری۔ بد نظمی	۴۵۔ حیف
ظلم۔ انصاف	

معنی	الفاظ
(۱) خطا کار - گناہ نگار (۲) گناہ - ذنب - خطا	۴۶ - (۱) بزد کار (۲) بزد
اتفاق - یکا گت	۴۷ - یکہ لی
بد مزہ - پیچیدہ	۴۸ - ڈاڈ
غرض مند	۴۹ - کارا قند
پریشان حال	۵۰ - آسید سر
آگاہی حاصل کرنے کی کوشش	۵۱ - استخبار
گہری نظر ڈالنا	۵۲ - اسجان
بدلہ - عیوض	۵۳ - ادا
تعریف جمع محامد	۵۴ - تجیزت
مطالب - حاجات - مارب واحد	۵۵ - مارب
بالضرور - خواہ مخواہ - لا علاج	۵۶ - لا حرم
جھوٹی طمع کاری کی باتیں - زخرف واحد	۵۷ - زخارف
نمونہ - اندک - قبیل	۵۸ - نموزج
نا ذکر کرنے والا - فکر کرنے والا	۵۹ - مہائی
رخصت	۶۰ - پردور
مرحلہ	۶۱ - وہلہ
سرگشتہ	۶۲ - مستہام
لوٹ آنا - پھر آنا	۶۳ - انصراف
سیدھا راستہ	۶۴ - پنجاہ
ضامن - کفیل	۶۵ - مکفل
(۱) خبر دینے والا (۲) مکہ میں حاجیوں کے پال	۶۶ - (۱) منقہر (۲) منقہر
کسزوانے کی جگہ	
فیصلہ ہونا - جدا ہونا - طے پانا	۶۷ - انفصال

الفاظ	معنی
۶۸- مصرع	غیر واضح
۶۹- شگرف	عمدہ- موٹا- مضبوط- اچھا
۷۰- پاداش	بدلہ- عیوض
۷۱- روش	مقابل
۷۲- تگوار	غیم- فکر- اضطراب
۷۳- صوب صواب	اچھی طرف- اچھی جانب
۷۴- ہویہ	دور رخ کا ساتواں طبقہ- بے حد گہرا کنارہ
۷۵- طاق	دستر خوان
۷۶- تلپٹ	درشت- تکلیف- پتہ مایہ
۷۷- ملاز	جائے پناہ
۷۸- (۱) نطاع (۲) نطاع	(۱) اطاعت کیا ہوا (۲) جس سے نفع حاصل ہو۔
۷۹- بچ	سرمایہ- راس المال
۸۰- خطرہ	قصہ- ارادہ
۸۱- مہارت	ایمروئے قلب- آفت جمع اخطار
۸۲- گریوہ	جھینٹا- بہادر کی دکھانا
۸۳- جائے کسے ہنر بودن	ٹپلا- پستہ
۸۴- خورش با	کسی کی کسی محسوس ہونا
۸۵- عجم	کھانے- سامان
۸۶- اقتنان	عام- سب
۸۷- سند او	احسان کرنا- نعت دینا
۸۸- سز بند	کردار و گفتار کی راستی
۸۹- شورہ	امیدوار
	شرمندہ

معنی	الفاظ
درنہیدہ۔ ٹھنکین	۹۰۔ سُستہ
پورا۔ کامل	۹۱۔ دلی
پریشان۔ متحیر۔ مدہوش	۹۲۔ آسہ
دکھ۔ سزا۔ عذاب	۹۳۔ محروبت
اقتراح۔ بیرونی۔ مانتی۔ زیر دستی	۹۴۔ محبت
زاری۔ تعریف۔ دعا۔ آفرین	۹۵۔ نایل
رہبت۔ میلان۔ خواہش	۹۶۔ گرائش
ارادہ۔ خواہش۔ درخواست	۹۷۔ واعیہ
(۱)۔ شہیاد ہوا بڑھا۔ فرقت	۹۸۔ (۱)۔ خوف
(۲)۔ شہیاد یا پین۔ بڑھاپے کی بدحالی	(۲)۔ خوف
جیسے بات کرنے کا سلیقہ نہ ہو	۹۹۔ کج کج
عام طور پر قسم کے لیے واللہ باللہ تو بولا جاتا ہے۔ مزید	۱۰۰۔ باللہ واللہ ثم باللہ
زور دینے کے لیے قسم تا اللہ بھی ہے	
خاتمہ بالخیر	۱۰۱۔ خیر خیر
اور وہ سب سے اچھا کلام ہے	۱۰۲۔ و خیر الکلام
اللہ بھلا کرے کہ نہ والے کا	۱۰۳۔ اللہ دے قائل
جب ان کی اہل آتی ہے تو شاید گمراہی آگے ہوتی ہے	۱۰۴۔ اڑ جاؤ انہم لایستاقرون
شاید گمراہی ہیچھے۔	سامعہ ولا یستکرمون
اس کی بات ختم ہو گئی	۱۰۵۔ تم کلام
خدا اس کی بزرگی کو دوام بخشنے	۱۰۶۔ دام بخشد
اور سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی بیرونی کی	۱۰۷۔ والسلام علی من اتبع الهدی
والسلام اور خاتمہ بالخیر	۱۰۸۔ والسلام وخیر

ترجمہ طبع زائرین سے زیادہ مشکل کام ہے۔ ترجمے کے لیے ضروری ہے کہ وہ نہ صرف فاضل ہو بلکہ جس زبان میں کیا جا رہا ہے اس کے روزمرہ دھاروں کے میں مطابق بھی ہو اور آپ اسے اس طرح چاھ سکیں، جیسے مصنف نے اسے ترجمے کی زبان میں لکھا تھا۔

پتہ دوہیلہ کو فارسی زبان پر عبور حاصل ہے اور اپنے علم و وجدان کے فضل غالب کے انداز فکر اور طرز احساس کو گرفت میں لانے پر قدرت بھی رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غالب کی استعاراتی فارسی سحر کو انھوں نے اس طرح اردو کا جامہ پہنا دیا ہے کہ غالب نے یہ کامیاب اردو ہی میں لکھے تھے۔ یقیناً یہ پیرا جیسا کام تھا جسے انھوں نے بے حد محنت اور انتہائی لطیف سے انہماک دیا ہے۔ اس کا رد ہے کہ میں چنانچہ پتہ دوہیلہ کو، آدھنچا پتہ ڈال کر خطوط دل سے سلام کرتا ہوں۔

پچھلے دس سال میں غالب پر جتنے فاضل ذکر کام ہوئے ہیں پتہ کے یہ تراجم، معیار و مقدار دونوں کے اعتبار سے نمایاں و روشن ہیں۔ فارسی خطوط غالب کے اردو تراجم سے انھوں نے اس بے پناہ خزانے کا دردناک کھول دیا ہے جو گزشتہ آجھ سو سال سے غفلت چڑا تھا۔ اب فوری ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومت پاکستان پتہ دوہیلہ کے ان سارے اردو تراجم کو ”لکھنا سے نکھوات فارسی غالب“ کے عنوان سے جلد شائع کرے تاکہ دنیا بھر میں پچھلے ہوئے عاشقان غالب ان اردو تراجم سے لطف اندوز و مستفید ہو سکیں اور پاکستان کا نام ساری دنیا میں روشن ہو۔

ڈاکٹر جمیل جالبی

